آہِ نیم شب

فیض ارشد

عرشیہ پبلی کیشنز دہلی ۹۵

آہِ نیم شب

فیض ارشد

© فیض ارشدؔ

نام کتاب	:	آہِ نیم شب
مصنف	:	فیض ارشدؔ
مطبع	:	گلوری لیس پرنٹرس، دہلی
سرورق	:	ٹیم عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی
ناشر	:	عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی

Aah-e-Neem Shab
by **Faiz Arshad**
Jumma Masjid, Jangli Peth
Old Hubli, HUBLI-580024
1st Edition: 2020 ` 350/-

ملنے کے پتے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اُردو بازار، جامع مسجد، دہلی-6	011-23260668
کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دہلی	011-23276526
راعی بک ڈپو، 734، اولڈ کٹرہ، الہ آباد	+91 7905454042
ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	+91 9358251117
بک امپوریم، اُردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ-4	+91 9304888739
کتاب دار، ممبئی	+91 9869321477
ہدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، حیدر آباد	+91 9246271637
مرزا ورلڈ بک، اورنگ آباد	+91 9325203227
عثمانیہ بک ڈپو، کولکاتہ	+91 9433050634
قاسمی کتب خانہ، جموں توی، کشمیر	+91 9797352280
امرین بک ایجنسی، احمد آباد، گجرات	+91 8401010786

arshia publications
A-170, Ground Floor-3, Surya Apartment, Dilshad Colony, Delhi - 110095 (INDIA)
Mob: +91 9971775969, +91 9899706640 Email: arshiapublicationspvt@gmail.com

Lasertype Setting at : **Frontech Graphics, Abdul Tawwab, 9818303136**

انتساب

اہلِ درد اور بے نام تصورات

کے نام

فقط

فیض ارشدؔ

فہرست

- پیش لفظ — فیضؔ ارشد — 17
- رومانی ادراک کی شاعری — پروفیسر مجید بیدار — 19
- مری آنکھوں میں مہکتا ہوا منظر تو ہے — 30
- حسیں خیال کو سجدے ہزار کر لوں گا — 31
- تمہارے حسن کا دامن دراز ہو جائے — 32
- اے خاکِ کفِ پائے صنم آنکھ میں کھو جا — 33
- مجھ کو رہنے دے ترے نین میں کاجل بن کر — 34
- لوگ کہتے ہیں محبت کا زمانہ نہ رہا — 35
- نظر ملتی نظر سے تو محبت ہو گئی ہوتی — 36
- شاید تمہیں فطرت کے تقاضے نہیں معلوم — 37
- اس زندگی کے فیصلے شاید غلط ہوئے — 38
- وقت ہی زخم ہے اور زخم کا مرہم بھی ہے — 39
- ایک میں خود مِرے جذبات کا شکوہ نہ کیا — 40
- اے مِری جان تو زخموں کو کریدا مت کر — 41
- غم کی تصویر کو آنکھوں میں کہاں پاؤ گے — 42
- دل میں الجھن ہے کہ رشتوں کا نبھانا مشکل — 43
- بیمارِ غم کا کچھ تو بھرم بھی بنا رہے — 44
- اے مسیحا مرے زخموں کو ہرا رہنے دے — 45
- رہنے دے اپنے حسن کا صدقہ ہمارے نام — 46
- آنے کا وعدہ کر کے نا آنا برا نہیں — 47

- وفا کی رات مہکتی ہے گرم سانسوں میں 48
- میرے گیتوں میں ترا حسن ہے گاؤں گا تجھے 49
- مٹی کی عقل سے کبھی شکوہ نہ کیا کر 50
- آنکھوں سے بیاں ہو کے فسانے چلے گئے 51
- کوئی دیوانہ کوئی درد کا مارا ہوگا 52
- لوگ حیران ہیں دنیا کا خدا ہے کہ نہیں 53
- کل ہی آئے تھے محبت کی تمنا لے کر 54
- تیری زلفوں کی طرح ہم بھی پریشان ہوئے 55
- شمعِ عشق مرے دل میں جلا کر جاؤ 56
- دل ربا دل بنایا بہانہ بنا 57
- زندگانی سے اُکتا گیا کیا کروں 58
- آ مری جان مرا حال سناؤں تجھ کو 59
- کھو گئے ہم تم سے مل کر ڈھونڈ کر لاؤ ہمیں 60
- زندگی کو ترے آنچل میں گذر جانے دے 61
- تیری آنکھوں میں محبت کا فسانہ لکھ دوں 62
- جیتا ہوں کہ سانس چلی ہے نہیں معلوم 63
- کیا جرم کیا میں نے یہ کیسا قصور تھا 64
- اک حسن مجسم پہ غزل لکھ رہا ہوں میں 65
- اے حسن کے شہکار ترے ناز کے صدقے 66
- حسن دھوکہ ہے کہ جا کر نہیں آنے والا 67
- دلِ ناداں ترے جذبات سے ڈر لگتا ہے 68
- سب کو لگتی ہے داستاں میری 69
- میں نے فطرت کے تقاضے بھی بہت دیکھے ہیں 70
- میری نظروں سے کبھی دیکھ یہ دنیا کیا ہے 71
- یوں سلگتے ہوئے جذبات کی باتیں مت کر 72

- وہ میری غزل تھی چرایا کسی نے 73
- جو آج ہوئی بات وہ کل ہو گئی ہوتی 74
- ایسی خوشبو ہوں مہکنا نہیں آیا مجھ کو 75
- وفا کے نام پہ رسوائیاں ہیں میرے لیئے 76
- سر سے آخر سرکا آنچل 77
- کبھی وہ وعدہ کیا اور نبھا کے چھوڑ دیا 78
- مئے تری آنکھوں کے نام 79
- حسن کے چاند سے چہرے کے قصیدے لکھے 80
- جی لیا میں نے زندگی میری 81
- نظروں میں مہکتا ہوا وعدہ تو سنبھالو 82
- اُلجھی اُلجھی زلفیں تیری اچھی لگتی ہیں 83
- کس قدر شوخ ہے ترا آنچل 84
- وہ دور ہے نظر سے مجھے چاہتا تو ہے 85
- اب تک ترے آنے کا مجھے انتظار ہے 86
- کوئی وعدہ کبھی وفا ہوتا 87
- اچھا ہوا کہ مجھ کو ملی پیار کی سزا 88
- یہ دین کے تاجر ہیں حیا بیچ رہے ہیں 89
- تری جدائی کے لمحے اُداس ہیں آجا 90
- دل سے بُوئے وفا گئی شاید 91
- مہکتے خواب چمکتی خوشی کی بات نہ کر 92
- زخم جذبوں میں ڈھلے شعر مکمل نہ ہوا 93
- سلگتے زخم کے لمحے تری تلاش میں ہیں 94
- حسن ہے چاندنی اور چاند ہے سایہ تیرا 95
- حسن کی چاندنی یادوں میں چمکتی ہے ابھی 96
- شب کے آنچل میں تری یاد پگھلتی ہی رہی 97

- قرطاس زندگی پہ لکھا بھی نہیں گیا 98
- مجھ پر سے میری زندگی کب کی گذر گئی 99
- مجھ سے ہر شخص کو آخر یہ شکایت کیوں ہے 100
- عیار نگاہوں میں شرافت نہ ڈھونڈیئے 101
- مِری ہستی بھی اُن کو مقبرہ لگنے لگی شاید 102
- کوئی گنگا میں ڈُھلنے جا رہا ہے 103
- مہکتی آنکھ میں خوشبو کے سپنے مسکراتے ہیں 104
- نہ جانے کتنی صدیوں کا گلہ ہے تیری آنکھوں میں 105
- تری آنکھوں کا یہ تاریک سناٹہ مجھے دیدے 106
- بتا مجھ کو مری جاں تو ابھی تک کیوں پریشاں ہے 107
- میری قسمت کے پیچ و خم تیری چوٹی میں لِپٹے ہیں 108
- تری خاموش آنکھوں کو محبت میں بدلنا ہے 109
- تم گئے خوشبو گئی گلشن گیا نکہت گئی 110
- تم کو ہماری یاد ستائے گی کسی دن 111
- مہکتے حسن کی چھاؤں میں جینے دیجئے مجھ کو 112
- اس درد زندگی کا مدوانہ ہو سکا 113
- لکھا ہے میں نے خط تجھے فرقت کے نام پر 114
- تری یادوں کو خوابوں کو جیا جائے تو اچھا ہے 115
- ائے شب کے یار ٹھہر جا غزل تو ہونے دے 116
- بسترِ ہجر پہ اوڑھے ہوئے تنہائی کو 117
- کوئی آرزو ہوں نہ ارمان ہوں 118
- عید کو عید نہیں پیار کا تحفہ سمجھے 119
- یہ کیسے امتحاں سے گذر رہا ہوں میں 120
- دل گیا ارمان گئے دلدار بھی جاتا رہا 121
- تمہارے درد کا مارا بکھر گیا جانم 122

- اچھا ہوا کہ غم کا تماشہ نہیں کیا 123
- جس چاند کی تلاش میں گھر سے نکل گیا 124
- تقدیر کو منانے کی کوشش بہت کیا 125
- حسن کی داستاں مظلوم کہانی تیری 126
- دل دیا جان دیا اور بتا کیا دینا 127
- تو اندھیرے کو روشنی دے دے 128
- جلتے لمحوں کی حرارت ترے جذبات میں ہے 129
- تیری زلفوں کی قسم کھا کے گھٹا آئی ہے 130
- یہ سفر سانس کا ٹل جائے گا روتے کیوں ہو 131
- زندگی ایک ندی کی طرح بہتی ہوگی 132
- آ میرے تصور میں غزل بن کے چلی آ 133
- ائے جان غزل دیکھ مجھے میری وفا دیکھ 134
- مل گئی آنکھیں محبت کی ادا اچھی لگی 135
- دل لگی دل کی لگی سے زندگی ہونے لگی 136
- تیری آنکھوں میں یہ مجبور شکایت کیوں ہے 137
- میری آنکھوں کو روشنی دے دے 138
- اپنے بیمار غم کو دیکھ ذرا 139
- زندگی درد بن گئی شاید 140
- تجھ پہ رشتوں نے بڑا ظلم کیا وار کیا 141
- کتنی صدیوں سے ڈھونڈتا ہوں تجھے 142
- تیرے خیال کو میں خیال خدا کہوں 143
- گردش ایام سے رشتوں کا اندازہ ہوا 144
- زندگی کو جی کے بولو زندگی کیسی لگی 145
- آج کل مایوسیوں نے گھیر رکھا ہے تمہیں 146
- میرے غم کو بہکے وعدوں کی تسلی دے گئے 147

- آنکھ سے مارا مجھے ہونٹوں سے پھر زندہ کیا 148
- درد انگڑائی لیا جذبات کے طوفان میں 149
- ترے وصال کے لمحات بھولتے ہی نہیں 150
- حسن کی چھاؤں میں زلفوں کا مزہ لیتے ہیں 151
- میں نے کوئی بہانہ بنایا نہیں صنم 152
- جسموں سے جدا ہوں گے تو جانوں میں ملیں گے 153
- اُن کے بغیر زندگی جینا محال ہے 154
- سفر صدیوں کا میں نے طئے کیا تجھ کو نہیں پایا 155
- دیارِ غیر میں تم کو بسانے کون آیا تھا 156
- تو بے قصور تھا ترا شکوہ نہ کر سکے 157
- کوئی اجنبی ہے صدا دے رہا ہے 158
- درد کے پھول کھلے ہیں تمہیں احساس نہیں 159
- کل خواب میں تیرے ہونٹوں کے رنگین پیالے آئے تھے 160
- تنہائیوں کا جشن منانے کے لئے آ 161
- کیا تم کو ملاقات کا احساس نہیں ہے 162
- ڈھلنے لگا شباب ترے انتظار میں 163
- جاتے ہو تو آنے کا ارادہ تو کرو تم 164
- اچھا ہے دل کے ساتھ لحاظِ وفا رہے 165
- حسینوں میں ناز و اداؤں میں دیکھو 166
- تو نے وعدہ کیا آیا نہ بلایا مجھ کو 167
- غمِ زندگانی کو دیکھو تو جانو 168
- اک امتحان ہم سے وفا کا لیا گیا 169
- آ جاؤ آج پیار کا موسم اُدھار لیں 170
- ہم وقت سے بے وقت ہیں شکوہ نہ کرو تم 171
- ہمارے بعد بھی ہم سا کہاں ملے گا تمہیں 172

- ہماری آنکھ میں محبوب کا ٹھکانہ تھا 173
- حسین ہے جوان ہے نظر تو ہے حیا نہیں 174
- کبھی دل کی بستی بسانے کو آؤ 175
- دل کو لگا کے جرم کیا زخم کھا گئے 176
- مٹی سے نکل جان مری زندگی میں جی 177
- حسنِ خیالِ یار کو ایمان سمجھ لے 178
- یہ کفر سہی کفر کو پوجا کریں گے ہم 179
- دنیا تھی تنگ ہم تری بانہوں میں جی لیئے 180
- لہرائے ان کی زلف کے سائے تمام رات 181
- دیوار در کے ساتھ مرا گھر حسین تھا 182
- لمحہ لمحہ تشنگی تھی لمحہ لمحہ پیار تھا 183
- مری زندگانی ترے نام کر دوں 184
- سہانی رات کے جذبات اب تک یاد آتے ہیں 185
- میں ترے حسن کا صدقہ اُتار لوں آ جا 186
- حسن نعمت عشق قدرت خاک ہے فتنہ فتور 187
- عمر گذری ترے خیالوں میں 188
- تمہارے حسن کو بس کہہ دیا خدا ہم نے 189
- دیکھا ہے محبت کا اثر دل کی آہ میں 190
- مٹی کے خرافات سے مایوس نہ ہونا 191
- دل کو تمہاری یاد سے شکوہ بہت رہا 192
- تری تصویر آنکھوں میں سجا لوں پھر چلے جانا 193
- تمہارا کوئی اپنا ہو نہ ہو میرے لیئے جینا 194
- دل میرا ترے حسن کا جلوہ بنا رہے 195
- محبت اک صحیفہ ہے محبت ہی عبادت ہے 196
- بعد برسوں کے وہ میرے گھر مرا مہمان تھا 197

- میری دعوت پر وہ آئے وقت بھی مہمان تھا 198
- اُن کی یادیں میرا غم دونوں گلے ملتے رہے 199
- چاند سے چہرے پہ ناگن بن گئیں زلفیں تری 200
- لطف جو ملنے میں ہے وہ تیری یادوں میں نہیں 201
- جوان عمر کے خوابوں میں آ گئے ہوتے 202
- تجھے میں ڈھونڈ کے ہارا ہوں اپنے ماضی میں 203
- اشکوں میں ملیں گے کبھی آنکھوں میں ملیں گے 204
- تجھے میں دل سے نکالوں تو کیا رہا مجھ میں 205
- تیری آنکھوں میں محبت نے حیا رکھی ہے 206
- وہ وفا اور محبت ترے رشتوں میں نہیں 207
- لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے چاند دیکھا عید کا 208
- اس وقت سے چاہا اُسے دیکھا بھی نہیں تھا 209
- جانے کیا سوچ رہا ہے وہ دیوانہ اب تک 210
- تمہارے ساتھ مقدر مرا سنور جائے 211
- میں تو مارا گیا اپنوں پہ بھروسہ کر کے 212
- اک ہم کو ستانے کا بہت شوق تھا تمہیں 213
- چھپا کے رکھا ہے حسنِ شباب گھونگھٹ میں 214
- اے حسیں چاند تجھے یار کا چہرہ لکھوں 215
- آ جا پربت پہ سکھی چاند کا دیدار کریں 216
- چاند بھی آ گیا عید بھی آ گئی 217
- چین و بنگال سے لایا تھا غضب کا جادو 218
- چاند سے لی چاندنی تم کو بنانے کے لئے 219
- اے حسن سوزِ خواب سے واقف نہیں تھے ہم 220
- وصل کے لمحات کی شوقین حرکت یاد ہے 221
- میں تو دیوانہ ہوں کیسا ہوں تمہیں کیا معلوم 222

- ہم کو مت چھیڑ مصائب میں جکڑ جائے گا 223
- حسن محفوظ ہے چہروں کے صنم خانے میں 224
- شوق پر ہوش ہے قربان تمہیں پایا ہے 225
- میں بھی انسان ہوں مانا کہ خطا میں نے کیا 226
- تیری آنکھوں سے اب گلہ تو نہیں 227
- تم سے ملنے سے میں انکار کروں یا نہ کروں 228
- لیں گے نہ ترا نام نہ رسوا ہی کریں گے 229
- یہ دل نظر کی شکایت میں ٹوٹ جاتے ہیں 230
- جب غم نہ تھے حیات کے آنگن میں پیار تھا 231
- دل رنج و بلا کے لئے تیار ہوا ہے 232
- وفا کے وفادار اب حال کیا ہے 233
- کچھ ہم کو حادثات بہت دور لے گئے 234
- دل ترے پیار کے جذبات سے وابستہ ہے 235
- محبت کی پناہیں مل رہی ہیں 236
- یہ فطرت شمس کی ہے روشنی تقسیم کر دینا 237
- دوبارہ کر کے ایسی خطا کون آئے گا 238
- پلٹ کے گردشِ ایام آنے والا ہے 239
- الجھ کر تیری زلفوں سے دلِ گھائل نکلتا ہے 240
- جب تو نہیں تو تیرے ستم بولنے لگے 241
- مرا صنم تو گلوں میں گلاب جیسا ہے 242
- یہ رخسار لب اور صورت کی باتیں 243
- شکایت دل میں بستی جا رہی ہے 244
- پھولوں جیسا بدن ہے اسکا چاند بھی اسکا سایا ہے 245
- توبہ کو توڑ تاڑ کے پیمانے میں لے آ 246
- بعد مدت کے ہر اک بات سمجھ میں آئی 247

- عید کو عید نہیں پیار کا تحفہ سمجھے 248
- زلف شب چہرہ قمر آ ؤ منائیں عید ہم 249
- سنگھار کر کے تم میری دنیا پہ چھا گئے 250
- عید کا چاند زندگی لائے 251
- دیکھیں ترے چہرے کو کبھی چاند کو دیکھیں 252
- زندگانی پھر پرائی ہو گئی 253
- نین کے بان مارے ہمرے جگر ما 254
- دیکھ رہے ہیں رستہ تیرا آ جا اب تو ہرجائی 255
- ہمرے گھر ما تمری چنری جان بنی تنہائی ما 256
- ہرنی جیسی آنکھیں تیری چاند کے جیسا چہرہ 257
- پریم نگر کی تنہائی میں میرا تن من روتا ہے 258
- یاد آئی پھر اُن کی جفائیں راتوں میں ہم روتے ہیں 259
- قطعات 261—338

❁ ❁ ❁

پیش لفظ

مرا اپنا تعارف یہی ہے کہ میں قابل تعریف نہیں بس قدرت الٰہی میں ایک ذرۂ ناچیز ہوں، اللہ رب العزت کا مجھ پر یہ کرم رہا ہے کہ مجھ سے حقیر کو ایک معزز خاندان سادات میں پیدا فرمایا اور ابتدا سے میرے خاندان میں قابل تعظیم شخصیات ہو گزرے ہیں۔اس دار فانی میں جب میں نے آنکھ کھولی تو میرے محترم والدین نے مجھے فیض ارشد کے نام سے متعارف فرمایا، خاندانی ورثہ میں اردو زبان کے فنون ادب و تہذیب میسر آئی، کیونکہ میرے والد محترم آغوش اردو کے پروردہ مشہور ادیب رہے ہیں۔جن کی تصنیفات ہمارے ملک ہندوستان میں کافی مقبول اور مشہور ہو کر کئی ایوارڈ سے نوازے گئے ہیں۔آپ کی تصنیفات میں قابل ستائش آزردہ ستارے اور نقشی کٹورہ وغیرہ مطبوعات شامل رہے ہیں۔لہٰذا اردو ادب کی خدمت اور احترام بھی میرے رگ و ریشہ میں شامل تھا، مگر زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے میں خود اپنی خطرات سے روشناس کرنا چاہوں گا۔ویسے تو میرا طریقہ فقیرانہ رہا ہے خاموش طبعی کم گو شرم و حیا، غور و فکر اور اپنی تجارت کے علاوہ مجھے اپنی تنہائی بہت پسند رہی ہے۔

محسوس ہوتا ہے کہ شاید میرے یہ فطری اثاثہ بھی ہے۔بہت چھوٹی عمر سے مجھ کو فن شاعری سے محبت اور انسیت رہی ہے۔اس لئے نظمیں ذوق شاعری کی تسکین کے لئے میں کچھ غزلیات نظمیں اور قطعات ایک عرصہ دراز تک لکھا جس میں سے جو میرا پسند میں کلام تھا، اس کو ترتیب دیا تو ''آہ نیم شب'' کے نام کی ایک کتاب وجود میں آ رہی ہے، میری شاعری کا محور تو کوئی خاص تو گر نہ رہا، مگر میں نے دل، شعور اور لاشعور کے چند جذبات احساسات اور تجربات کے علاوہ وصال اور فراق کے نغمات کو جگہ دی ہے۔

نشیب وفراز میں نہ عقل وشعور سے کائنات کا تغیر پسند مزاج بھی دیکھا‘ ملکوں دھرتوں سماجوں اور رواجوں میں دیانت اور بدیانتی کے سرور اورغم کے نشست وگزار بہت قریب سے محسوس کیا، میں نے انسانی معاشرے میں ہوئے غم واندوح سے مغموم بھی رہا، بس مخلص دعاوں کے سوا کچھ نہ کرسکا۔ میں نے محبت کی تعظیم میں رومانیت اور جمالیت پائی نفرتوں کے ماحول میں دم گھٹنے لگتا تو میں نے فراق رنج والم کے جذبات کا اپنے فکروفن کے اظہار میں کیا، اپنی دور حاضر کی صدی میں میں نے کئی صدیوں کے نشیب وفراز کو محسوس کیا، میرے لاشعوری میں کئی صدیاں اوراس وقت کی تہذیب واخلاق کو بہت قریب سے مجھے آواز دیتے ہوئے پایا تو میرے شعور قلم نے کہا کہ ان احساسات کو شاعری میں قلمبند کیا جائے۔

لہٰذا میں نے جدید شاعری سے گریز کرتے ہوئے خوبصورت الفاظ میں ایک سیدھی سادھی بات کہنے کے بجائے براہ راست موزوں الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

کتاب ’’آہ نیم شب‘‘ کی شاعری اگر کسی بھی قاری کواس کے اپنے ضمیر کی آواز لگتی ہے تو میرے حق میں دعا ضرور فرمائے گا۔

فقط:

— فیض ارشد

آشا فیڈس، جمعہ مسجد درگاہ، جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی

❁ ❁ ❁

رومانی ادراک کی شاعری

ہندوستان کی مقبول ترین زبان یعنی اردو ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر شہرت رکھنے والی تمام اہم زبانوں میں باضابطہ طور پر رومانی تحریک کا رجحان رہا اور فرانس کی سرزمین سے فروغ پانے والی رومانی تحریک نے سارے عالم کے ادبیات کو اپنے اظہار کا وسیلہ بنایا‘ جس کا بھرپور استعمال اردو شاعری ہی نہیں‘ بلکہ نثر نگاری میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ رومانی تحریک کے زیر اثر پروان چڑھنے والے ادب میں بے شمار صلاحیتیں اور خوبیاں بھی موجود ہیں‘ لیکن حالات اور وقت کے تقاضے نے رومانی تحریک کے رجحان کو تبدیل کر کے حقیقت پسندی کے جذبے سے وابستہ کر دیا‘ جس کے نتیجے میں اردو شاعری ہی نہیں‘ بلکہ نثر نگاری میں بھی رومانی اثرات کا سلسلہ مسدود ہوگیا‘ لیکن موجودہ دور میں بے شمار شعراء ایسے ہیں‘ جو نہ صرف رومانیت کے پرستار ہے‘ بلکہ رومانی احساس کے ساتھ نہ صرف شعر گوئی کا حق ادا کر رہے ہیں‘ بلکہ نثر نگاری کے توسط سے بھی نمائندہ اظہار کا حوصلہ حاصل کر رہے ہیں۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ فطری طور پر شعر گوئی اختیار کرنے والے نومشق شاعر کے کلام میں سب سے پہلے رومانی احساس ہی جلوہ گر ہوتا ہے‘ پھر اس کے بعد رفتہ رفتہ مختلف رجحانات اور تحریکات کے علاوہ مسائل اور معاملات سے نبرد آزما ہونے کے بعد رفتہ رفتہ شاعر کی فکر اور شعر گوئی میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور اس قسم کی تبدیلی کو فطرت کا وسیلہ قرار دیا جائے گا۔ اردو شاعر کی رنگین بیانی میں حسرت موہانی کو یہ احساس حاصل ہے کہ انہوں نے ساری عمر غزل گوئی کے توسط سے رومانی احساسات کا اظہار اس انداز سے کیا کہ ان کی تمام تر شاعری حسن وعشق کے معاملات اور مادی اظہار کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ یہ بھی خوش آئند بات ہے کہ موجودہ دور

میں روایات کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے دور حاضر کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ انسان کی ذہنی پرورش کو وقتی طور پر ہر قسم کے مسائل سے نجات دلا کر سکون اور آرام کا موقع فراہم کرنے کے لئے عصر حاضر کے شعراء کے کلام میں بھی رومانی احساس کا تصور جاگ جاتا ہے۔ ایسے ہی رومانی احساسات کے ساتھ غزل گوئی، نظم گوئی اور قطعات کے علاوہ موضوعاتی شاعری کا اظہار کرنے والے دور حاضر کے صوفی منش شاعر فیض ارشد قرار دیئے جاتے ہیں، جنہوں نے مذہب کے احساس کے ساتھ رومانی احساس کو ہم آہنگ کر کے اپنی شعری دنیا کے ایوان کو سجایا ہے اور اس ایوان کا نام ''آہ نیم شب'' سے وابستہ کر کے شاعری کی حسن کاری کے نمونے پیش کر دیئے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے شعری مجموعے میں شامل غزلیات میں ہی نہیں، بلکہ نظموں اور قطعات کے علاوہ موضوعاتی خیالات پر بھی رومانی احساس کا غلبہ نظر آتا ہے۔

فیض ارشد کو جنوبی ہند کے چند ایسے شاعروں میں شمار کیا جاتا ہے، جنہوں نے شعر گوئی کو اپنے ذوق کی تکمیل کے لئے استعمال کیا اور وہ اپنے کلام کو رسائل و جرائد کی زینت بنانے سے بے اعتنا رہے، لیکن کلام کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے صاف ستھرے جمالیاتی احساس کے ساتھ رومانی کیفیت کو اس انداز سے شعر گوئی کا وسیلہ بنایا ہے کہ غزل کا ہر شعر ہی نہیں، بلکہ قطعات اور نظموں کے اشعار میں بھی حد درجے جمالیاتی کشش اور صنف مخالف کے حسن کی گرمی کو پیش کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اگرچہ فیض ارشد کے سوانحی حالات سے آگاہی نہیں اور انہوں نے اپنے شعری مجموعے ''آہ نیم شب'' کے لئے تقریظ لکھنے کا مطالبہ کیا، تو ان کی بے نیازی کا یہ عالم رہا کہ اپنے سوانحی حالات اور کوائف کی نمائندگی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صوفیانہ استغناء ان کی فطرت کا حصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی شخصیت اور کردار کے رویوں کو پیش کرنے کے بجائے چھپاتے اور اسے منظر عام پر لانے سے گریز برتتے ہیں۔ عام طور پر صوفیانہ مزاج اور قلندرانہ صفات رکھنے والے انسانوں میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ وہ انسان کے وجود کو فانی تصور کرتے ہوئے اپنی ذات اور شخصیت کو ہی نہیں، بلکہ اپنے کارناموں سے بھی بے نیازی اختیار کرتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان کے شعری مجموعے میں سوانحی حالات کا کوئی حصہ دکھائی نہیں

دیتا۔ عصر حاضر میں تحقیق کے نئے رجحانات فروغ پانے لگے ہیں اور تخلیق کار یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ ان کے شعر و ادب کے عہد بہ عہد ارتقاء کو جاننے کے لئے ہر تخلیق کے ساتھ اس کی تاریخ اور سن عیسوی درج کر دی جائے، جس کی وجہ سے شاعر کے کلام کے بارے میں نتیجہ اخذ کرنے میں سہولت ہوتی ہے کہ اس نے کلام لکھنے کا آغاز کب سے کیا اور وقفہ وقفہ سے اس کے کلام میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو بھی پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔ فیض ارشد کے کلام کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے کلام کے انتخاب کے دوران سن واری اساس پر غزلوں اور نظموں کو پیش کرنے سے احتیاط برتا جس کی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بھی دشوار ہے کہ انہوں نے شاعری کی طرف کب توجہ دی اور کس کس دور میں ان کی شاعری کے مختلف نمونے منظر عام پر آتے رہیں، اس کے علاوہ انہوں نے اپنے عہد کے کون کونسے رجحانات اور تحریکات سے استفادہ کر کے اپنے کلام کو تازگی سے نوازا ہے۔ اس خصوص میں ''آہ نیم شب'' اسی نتیجے کو برآمد کرنے میں مددگار نہیں، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنے جذبات اور احساسات کو پیش کرتے وقت جس قسم کے جمالیاتی احساس اور رومانی خصوصیت کو اجاگر کرنا چاہا، انہیں شاعری کی ضرورتوں کے اعتبار سے پیش کر دیا ہے، جس سے ان کی فطرت کی ترنگ اور جمالیات سے دلچسپی کا بھرپور ثبوت ملتا ہے۔

شعری مجموعے ''آہ نیم شب'' کا عنوان خود ظاہر کرتا ہے کہ شاعر نہ صرف جمالیات کا قائل ہے، بلکہ اس نے زندگی میں بے شمار صدمات جھیلے ہیں، اسی لئے اس کے دل سے نکلنے والی ہر آہ اور اس کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے شاعر کے سامنے صرف یہی وسیلہ رہ گیا تھا کہ وہ رومانیت کی فضاء تیار کر کے اپنے شعری آہنگ کو اظہار کا ذریعہ بنایا، جیسا کہ اس مجموعے میں شامل تمام تر شاعری سے رومانیت کا اظہار نمایاں ہے اور یہ بھی خوش آئند بات ہے کہ رومانیت کے اس اظہار کو فیض ارشد نے اختیار کیا ہے، جو درحقیقت جمال کی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔ جمالیاتی احساس میں جہاں پیکر تراشی اور حسن پرستی کے علاوہ رنگین بیانی کو نمائندگی دی جاتی ہے، تو اس قسم کی شاعری میں جمالیات کا وصف پیدا ہو جاتا ہے، اس کے بجائے حسن میں شریک رکاوٹوں اور تکالیف کو بیان کیا جائے، تو حسن کی جمالی کیفیت کے

بجائے جلالی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔فیض ارشد کی شاعری کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ''آہِ نیم شب'' کے ذریعے آہیں اور کراہیں پیش کرنے کے بجائے جمالیاتی احساس کی گرمی اور اظہار کی شگفتگی کو برقرار رکھا ہے' یہی وجہ ہے کہ ان کے شعری مجموعے میں ہر شعر اظہار کی لذت کے ساتھ ساتھ پیشکش کی خصوصیت سے مالا مال ہے۔فیض ارشد کی غزلوں میں فردی خصوصیت کے بجائے غزل مسلسل کی خصوصیت نمایاں نظر آتی ہے اور ہر شعر سوائے جمالیات کے اور کسی انداز کی نشاندہی نہیں کرتا' یہی وجہ ہے کہ جب فیض ارشد کی شاعری کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ بلاشبہ انہیں عصر حاضر کے اختر شیرانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا' لیکن فرق یہ ہے کہ جمالیات میں ڈوب کر اختر شیرانی نے کئی شعری مجموعے پیش کر کے رومانی شاعری کو نئی جہت سے آگاہ کیا تھا' جبکہ فیض ارشد اس سلسلے میں ابھی مبتدی کی حیثیت سے اپنی انفرادیت کا لوہا منواتے ہیں۔رنج والم اور یاسیت کی نمائندگی ان کی شاعری کا قیمتی وصف ہے' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ میر نے جس یاسیت کو پسند کیا تھا اور فانی بدایونی نے رنج والم کو شعری حیثیت سے نمائندگی دی تھی' اس کی توسیع فیض ارشد کی شاعری کا حصہ دکھائی دیتی ہے۔ان کی غزلوں میں مختصر بحر والی غزلیں ہی نہیں' بلکہ طویل بحر کی غزلیں بھی شامل ہیں' لیکن ہر ایک نے رومانی احساس اس قدر شدید ہے کہ قاری کو شاعر کی جذباتی کیفیت کا ضرور اندازہ ہوتا ہے اور وہ خود شاعر کے احساس کے ساتھ سفر کرنے لگتا ہے۔یہ خصوصیت بھی فیض ارشد کی شاعری کا کمال ہے کہ ان کے تمام اشعار غمگین ماحول اور رنجیدہ مسائل کی نمائندگی کرنے میں پوری طرح کامیاب ہیں' اس بارے میں پتہ نہیں چلتا کہ فیض ارشد کی زندگی میں وہ کونسی کمی رہ گئی' جس کے نتیجے میں انہوں نے غم پسندی اور گریہ وزاری کو شاعری کا وسیلہ بنایا۔اس خصوص میں ان کی ذاتی زندگی کے حالات سے آگاہی نہیں' تاہم یہ ضرور محسوس ہوتا ہے کہ کہیں نہ کہیں ان کی زندگی میں کسک کا احساس ہے' جسے دور کرنے کے لئے وہ اپنی شاعری میں غم انگیز ماحول کو نمائندگی دے کر دل کی تسکین کا سامان فراہم کرتے ہیں۔فیض ارشد کا شعری مجموعہ قارئین روبرو ہے اور وہ خود مطالعہ کے ذریعے نتائج اخذ کر سکتے ہیں' لیکن پیش لفظ کے تقاضے کی تکمیل کے لئے ان کی غزلوں اور

نظموں میں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ قاری کو احساس ہو سکے کہ پیش لفظ کے ذریعے جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے' ان میں نہ صرف حقیقت جلوہ گر ہے' بلکہ شاعر کے احساس کی شدت بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔چنانچہ سب سے پہلے ان کی غزلوں سے چند اشعار پیش کئے جا رہے ہیں۔ان اشعار میں رنج و غم ہی نہیں' بلکہ شعری حسیت اور جمالیاتی کیفیت کے ساتھ ساتھ ہر شعر میں چھپی ہوئی نغمگی یہ ثابت کرتی ہے کہ شاعر نے صرف جذبات اور احساسات کے علاوہ تجربات کو غزل کا وسیلہ نہیں بنایا' بلکہ غزل کی لفظیات کے ساتھ کیفیات کو بھی ایسے پیکر میں ڈھالا ہے کہ جس کے نتیجے میں ہر شعر کیفیت کا نمائندہ اور ہر غزل احساس کی گرمی کا ثبوت پیش کرتی ہے' ان کی ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

شب کے آنچل میں تری یاد پگھلتی ہی رہی
آخری شمع ترے ہجر میں جلتی ہی رہی
جنم کا زائچہ کھینچا تو رنج و غم دیکھے
ہر خوشی غیر کے دامن میں مچلتی ہی رہی
میرا بچپن میری مجبور جوانی میں ڈھلا
اور جوانی تھی کہ گر گر کے سنبھلتی رہی
میرے ملبوس کا پیوند بھی درویش تھا
میری گمنامی ہنسی بن کے یونہی ڈھلتی ہی رہی
شاعری سوز جگر دل کا لہو ہے ارشد
یہ حقیقت میرے شعروں سے ہی ڈھلتی ہی رہی

فیض ارشد کا کمال یہ ہے کہ وہ طویل بحروں کے ساتھ ساتھ مختصر بحروں میں بھی کیفیت کو نمایاں کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اس مرحلے میں بھی ان کی جمالیاتی حس اور رومانی کیفیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ ان کے ہر شعر میں کسی نہ کسی کسک اور کوئی نہ کوئی درد کا احساس جاگ اٹھتا ہے' اسی طرح ابتداء سے آخر تک ہر

غزل ناکامی اور نامرادی کا مرقع بن کر انسان کے دل پر اثر انداز ہوتی ہے' اس سلسلے میں مختصر بحر کی غزل کے چند اشعار پیش ہیں۔

اک امتحان ہم سے وفا کا لیا گیا
دل ان سے ہم نے مانگا تو پتھر دیا گیا
حسن بہار شوخ نگاہوں کا تبسم
دھوکا یا خواب تھا میں بہکتا چلا گیا
ان سے نگاہیں جو ملیں بے خود بنادیا
ارشد تو بن پئے ہی بہکتا چلا گیا

غزل کے توسط سے اظہار کو رومانیت سے وابستہ کرنا بلاشبہ دورِ حاضر کے حقیقت پسند معاشرے میں بڑی عجیب بات لگتی ہے' لیکن اس انداز کو قبول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کے معاشرے میں مسائل میں گھرا ہوا انسان کچھ دیر کے لئے اس قسم کی شاعری کا مطالعہ کرے تو بلاشبہ اس کے ذہن اور سوچ پر دباؤ کے پڑھنے والے احساسات میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔ ''آہ نیم شب'' کے ذریعے فیض ارشد نے عصری حسیت سے زیادہ انسان کی فطری مدد کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ رومانی پس منظر میں انسان کے تفکرات کو دور کرنے کا سہارا ڈھونتے ہیں' جس کے نتیجے میں جہاں ان کی غزلیں مددگار ثابت ہوتی ہیں' وہیں ان کے گیت اور قطعات بھی بڑا اہم کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ رومانی احساس کے ساتھ ان کے ایک گیت کے چند اشعار ملاخطہ ہوں۔

برکھا رت میں تڑپاتی ہے مجھ کو تیری تنہائی
دیکھ رہے ہیں رستہ تیرا آجا اب تو ہرجائی
پھولوں جیسی کومل تو ہے تو سپنوں کی رانی
چنچل پائل، کنگن' چوڑی' مہندی اور کلائی
گھر کا آنگن سونا سونا سونی یاد ستائے تیری
تنہائی میں جانم مجھ کو تیری یاد ہے آئی

یگ یگ کے ہم ساتھی دونوں اب کیوں مل نہ پائے
آج بھی ارشد تنہا تنہا بھاگ بنی تنہائی

جس طرح فیض ارشد نے غزلوں کے ذریعے رومانیت کا ایوان سجایا ہے اور اس کے ذریعے دلی کسک اور ناکامی کو منظرِ عام پر لایا ہے' اسی طرح گیتوں میں بھی ان کا انداز رومانیت سے بھرپور اور اظہار کے رواں لہجے کی نمائندگی کرتا ہے۔ اگرچہ ''آہ نیم شب'' میں غزلیات کا شعبہ بھاری ہے اور گیت کی نمائندگی مختصر ہے' لیکن فیض ارشد نے چھوٹی بحر میں بھی بہترین گیت کی نمائندگی کرتے ہوئے رومانی احساس کو جگانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ خیال کی نازکی اور اظہار کی بے ساختگی کے ساتھ قافیہ اور ردیف کو نبھانے کا فن فیض ارشد کو خوب آتا ہے اور اس فن کا اظہار انہوں نے غزلوں اور گیتوں میں ہی نہیں' بلکہ قطعات میں بھی پوری کاریگری کے ساتھ کیا ہے۔ اس مختصر بحر میں لکھا ہوا گیت اور اس کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

زندگانی پھر پرائی ہوگئی
موت سے اپنی سگائی ہوگئی
میری ہر خواہش ابھاگن کی طرح
نہ رہی آخر سہاگن کی طرح
اب کہیں بھی دل نہیں لگتا میرا
رنج و غم سے مجھ کو چھٹکارا نہیں
یہ کوئی شکوہ نہیں ہے میری جاں
یہ میری تقدیر کا ہے امتحاں
زندگی خوشیوں کی سیرابی میں ہے
سرخ جوڑے کی تب و تابی میں ہے
مانگ تیرا خون سے لکھوں گا میں
یاد تجھ کو عمر بھر رکھوں گا میں

اگر جمالیاتی احساس اور رومانی کیفیت سے مالامال غزل کے اشعار اور گیتوں کے مکھڑے پیش کئے جائیں، تو پیش لفظ کافی طویل ہو جائے گا، اس لئے چند نمونے پیش کرنے کے بعد فیض ارشد کے قطعات کی طرف توجہ مرکوز کی جاتی ہے، کیونکہ فیض ارشد نے اپنے کلام میں اگرچہ غزلوں اور گیتوں میں رومانی احساس کو شامل کیا ہے، لیکن ان کے قطعات میں حقیقت پسندی کا عکس بھی دکھائی دیتا ہے، جس کی وجہ سے قطعات کی معنویت عصر حاضر کی نمائندہ قرار پاتی ہے۔ چار مصرعوں پر مشتمل ایک قطعہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

راہ پرخار ہے زخمی ہو کہاں جاؤ گے
کوئی منزل نہیں مقصد نہیں کیا پاؤ گے
ہم بھی اکتائے ہیں رشتوں کی ریاکاری سے
تم وفا کر کے بھی اپنوں سے جفا پاؤ گے

دنیا کی حقیقتوں پر مبنی فیض ارشد کے کئی قطعات موجود ہیں اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے رومانی احساس کے نمائندہ قطعات بھی پیش کئے ہیں۔ نمونے کے طور پر رومانیت سے بھرپور ایک ایسا قطعہ پیش کیا جا رہا ہے، جس میں احساس کی گرمی اور شدت کی حدت کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔

شب فراق کا عالم نہ پوچھ اے جانم
کہ تیری یاد میں دل بے قرار رہتا ہے
میں مر نہ جاؤں کہیں تیری یاد سے پہلے
چلے بھی آ کہ ترا انتظار رہتا ہے

فیض ارشد کا کمال یہی ہے کہ انہوں نے جس طرح غزلوں اور گیتوں میں خیالات کی فراوانی کو پوری چابکدستی کے ساتھ استعمال کیا ہے، اسی طرح قطعات میں بھی سلاست اور روانی کے علاوہ موسیقیت کو بطور خاص استعمال کیا ہے۔ ان کے کلام میں موجود بے شمار قطعات زندگی کی حقیقتوں سے مالا مال ہیں اور دل کی کسک کو بھی نمائندگی دیتے ہیں۔ ایسے

ہی ایک قطعہ کا انداز ملاحظہ ہو۔

اس عمر کے دریا میں سانسوں کی روانی ہے
بچپن کی نگاہوں میں تصویر جوانی ہے
یہ پھول کو لے جا کر گلداں میں سجا دینا
مجبور محبت کی نازک سی نشانی ہے

''آہِ نیم شب'' کے قطعات میں ایک ایسا قطعہ بھی نظر سے گزرتا ہے، جس میں شاعر کی زندگی کا عکس اور اس کی کیفیاتی حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر نے خواہ مخواہ رومانی شاعری کا انداز اختیار نہیں کیا، بلکہ اس کے دل کا سوز اور جگر کا خون اس کی شاعری میں شامل ہے، جس کو سمجھنے کے لئے یہ قطعہ ملاحظہ ہو۔

تو نے سوچا ہی نہیں وہ کبھی تنہا ہوگا
درد و غم، رنج و الم، سوز سے جلتا ہوگا
تیرے دیوانے کو دیوانہ ہی رہنے دینا
وہ اگر ہوش میں آئے تو رسواء ہوگا

ندرت خیال، ندرت فکر اور ندرت احساس کے ساتھ شاعری کے جوہر کو اظہار کا ذریعہ بنانا فیض ارشد کے کلام کا خصوصی وصف ہے۔ چنانچہ ان کے شعری مجموعے ''آہِ نیم شب'' کی پیشکش پر مبارکباد دی جاتی ہے اور شعری مجموعے کا عنوان خود ان کے مزاج کا ہمنوا بن جاتا ہے۔ غرض توقع ہے کہ ان کے اس شعری مجموعے کی خوب پذیرائی ہوگی اور ادب دوست حلقوں میں ان کے نمائندہ شعری مزاج کو حد درجے پسند کیا جائے گا۔ اردو کے ایک استاد کی حیثیت سے میری نیک تمنائیں ان کی زندگی اور شاعری کے ساتھ شامل ہیں۔

پروفیسر مجید بیدار
سابق صدر شعبۂ اردو، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد
106 معاون ابوڈ، راگھوا کالونی، ٹولی چوکی، حیدرآباد
28-09-2019

غزلیں

مری آنکھوں میں مہکتا ہوا منظر تو ہے
مرے خوابوں کا تراشا ہوا پیکر تو ہے

زندگی تجھ سے عطر بیز ہوئی ہے میری
میرے شعروں کی امانت ہے تصور تو ہے

سازِ رخسار پہ زلفوں کا ترنم بھی سنا
روح کا گیت ہے سنگیت کا محور تو ہے

بس ترے حسن سے تازہ ہے مرے فن کا نکھار
مجھ میں سب کچھ ہے مری جان سے بہتر تو ہے

ائے میری جان کبھی یاد سے پہلے آجا
مجھ سے کہتی ہے تری یاد مسافر تو ہے

جانِ ارشدؔ تو ہے مخمور مگر ائے ساقی
مرے ہونٹوں پہ چھلکتا ہوا ساغر تو ہے

حسیں خیال کو سجدے ہزار کر لوں گا
خدا ملے نہ ملے تم سے پیار کرلوں گا

کہ بت تراش ہوں آذر کے نام سے بدنام
جمالِ یار کو پروردگار کر لوں گا

ابھی تو عشق کے نکتوں میں دین الجھا ہے
میں تیرے حسن کو ایمان دار کرلوں گا

تری حیا سے معطر ہے فضاؤں کا شباب
مہکتی سانس کی خوشبو سے پیار کرلوں گا

یہ شب یہ ہجر یہ چاہت کی لاج رکھ لینا
خوشی سے حشر تلک انتظار کرلوں گا

مجھے وفا پہ کبھی شک نہیں رہا ارشدؔ
ابھی میں سوچ کو پرہیز گار کرلوں گا

تمہارے حسن کا دامن دراز ہو جائے
اسی پہ عشق کی شاید نماز ہو جائے

ابھی تو جینا ہے پھر بعد موت کی سوچوں
یہ زندگی سے زرا ساز باز ہو جائے

سلگتے زخم کی سوزش سے غزل بنتی ہے
ترا خیال بھی سوز و گداز ہو جائے

فنا کے بعد فضاؤں میں بکھرنا ہوگا
میں تیرا گیت کہ تو میرا ساز ہو جائے

تمہارے حسن کے سجدے پہ عبادت ہو تمام
تمہارے بعد یہ سر سرفراز ہو جائے

وہ میری روح کی گہرائیوں میں ہے ارشدؔ
خدا کرے کہ مِرا عشق راز ہو جائے

اۓ خاکِ کف پائے صنم آنکھ میں کھو جا
موسیٰ کی نظر لاؤں گا میں طور تو ہو جا

تقدیر کو منظور ہے بے چین میں جاگوں
واللہ مِری جان تو آرام سے سو جا

للہ ترے حسن کی خیرات تو عطا کر
آیا ہے بھکاری ترا ، دامن میں سمو جا

مجھ پر کبھی برسا تری رحمت کی گھٹائیں
پیاسا ترا صحرا میں ہے ہونٹوں کو بھگو جا

میں لب سے ترے نام کو رسوا نہ کروں گا
بس درد ترا تو مری سانسوں میں پرو جا

ہر حال میں ارشدؔ نے زمانے کو ہنسایا
ظالم یہ زمانہ مجھے کہتا ہے کہ رو جا

مجھ کو رہنے دے ترے نین میں کاجل بن کر
یا کھنکنے دے ترے پاؤں میں پائل بن کر

مجھ کو آنسو کی طرح اپنی نظر میں رکھو
سر چڑھا لو گے تو رہ جاؤں گا آنچل بن کر

گرم بانہوں کے شراروں میں پگھل جاؤں گا
جذب ہونے دے مجھے زلف میں بادل بن کر

لوگ مشرک مجھے کہتے ہیں تو کہنے دو اُنھیں
پوجتا ہوں میں ترے حسن کو پاگل بن کر

اۓ مسیحا میرے زخموں کو ہرا رہنے دے
مجھ کو جینے دے ترے عشق میں گھائل بن کر

اپنے ارشدؔ کو ترے حسن کا صدقہ دے دے
آ گیا ہے تری چوکھٹ یہ سائل بن کر

لوگ کہتے ہیں محبت کا زمانہ نہ رہا
حسن لیلیٰ نہ رہا عشق دیوانہ نہ رہا

اب کتابوں میں محبت کے فسانے پڑھ لو
وہ محبت نہ رہی دل کا ٹھکانہ نہ رہا

اعتبار اور تِری سادگی اچھی ہے مگر
آنکھ ہے شرم نہیں زلف و شانہ نہ رہا

پیار کی راگ سے محروم ہوئی سانس مِری
حسن بے پردہ ہوا عشق دیوانہ نہ رہا

دیکھ عبرت کی نگاہوں سے زمانے کا مزاج
کوئی اپنا نہ رہا کوئی بیگانہ نہ رہا

کب کا بھولا ہے مِرا دل بھی دھڑکنے کا شعور
ہائے ارشدؔ کہ وفاؤں کا زمانہ نہ رہا

نظر ملتی نظر سے تو محبت ہوگئی ہوتی
گلے ملتے دھڑکتے دل عنایت ہوگئی ہوتی

ہزاروں دل تڑپتے ہیں تمہارے پائے نازک میں
اگر رُخ کو دکھا دیتے قیامت ہوگئی ہوتی

لگی ہے آگ جلتے عشق کی بے تاب سینے میں
اگر وہ بے رخی کرتے مصیبت ہوگئی ہوتی

ہماری آنکھ سے گر دیکھتے مخمور آنکھوں کو
جناب شیخ کو پینے کی عادت ہوگئی ہوتی

محبت میں محبت سے گلے شکوے بھی ہوتے ہیں
بگڑتے وہ اگر ہم سے تو آفت ہوگئی ہوتی

ائے ارشدؔ زندگی کیا ہے محبت کی امانت ہے
محبت کے بنا دنیا مصیبت ہوگئی ہوتی

شاید تمہیں فطرت کے تقاضے نہیں معلوم
بے تاب محبت کے تقاضے نہیں معلوم

انسان عناصر کا مرکب ہے بُت نہیں
دلدار ہو چاہت کے تقاضے نہیں معلوم

شاید ترے جذبات کو ہر چیز سے چِڑ ہے
مخمور نگاہوں کو شرارت نہیں معلوم

میرا مزاجِ عشق لڑکپن سے جو اس ہے
شاید تمہیں کو حسن کی فطرت نہیں معلوم

جذبات کی تسکین ضروری تو ہے لیکن
اس کے لئے احساس کی صورت نہیں معلوم

ارشدؔ نے زند گی کو تو تقسیم کر لیا
جذباتِ عنا صر کی حقیقت نہیں معلوم

اس زندگی کے فیصلے شاید غلط ہوئے
ہم چل رہے تھے راستے شاید غلط ہوئے

احساسِ کمتری کا گماں تو نے کیا ہے
سوچوں میں فاصلے رہے شاید غلط ہوئے

ہم نے وفا کا نام خدا کی طرح لیا
تم عقل سے منصف بنے شاید غلط ہوئے

اچھی ہے محبت جو فرشتوں سے پاک ہو
ہم اپنے آپ میں نہ تھے شاید غلط ہوئے

دنیا کے ہر فریب کو ہنس ہنس کے سہہ لیئے
اُن کی نظر کے فیصلے شاید غلط ہوئے

ارشؔد تری ہستی جو معمہ نُما ہوئی
لوگوں کی عقل، نظریئے شاید غلط ہوئے

وقت ہی زخم ہے اور زخم کا مرہم بھی ہے
زندگی عیش، مسرت بھی ہے اور غم بھی ہے

کشمکش عیش و غم کی ہے مِری ہستی میں
لب پہ مسکان بھی ہے آنکھ مری نم بھی ہے

مجھ کو معلوم ہے الفت کی حفاظت کرنا
دل مِرا زخم بھی ہے پھول بھی شبنم بھی ہے

ایک دل اور محافظ بھی عجب ہیں تیرے
آندھی طوفاں بھی ہے اور موجِ طلاطم بھی ہے

ہر گھڑی میری مسیحائی وہ کرتے ہی رہے
زندگی غم ہی نہیں پیار کا موسم بھی ہے

تجھ کو ارشؔد کی حقیقت کا کوئی علم نہیں
عقل عیسیٰ ہے مِری جان میں مریم بھی ہے

ایک میں خود مرِے جذبات کا شکوہ نہ کیا
اپنی تقدیر سے حالات کا شکوہ نہ کیا

اۓ مرِی جان مرِے حال پہ روتی کیوں ہو
میں نے زخموں سے مداوات کا شکوہ نہ کیا

تیری زلفوں کے خم و پیچ کی مانند حیات
ایسے الجھی ہے کہ اوقات کا شکوہ نہ کیا

اۓ خدا میں نے دعاؤں کو شکایت سمجھا
جاں بہ لب تھا کہ کسی بات کا شکوہ نہ کیا

تم مرِی خاک میں ڈھونڈو گے تو کیا پاؤ گے
تم کو غم ہے میں مرِی ذات کا شکوہ نہ کیا

صبر ایوب میں ارشدؔ کا بھی کچھ حصہ ہے
درد کے آگ کے لمحات کا شکوہ نہ کیا

اۓ مِری جان تو زخموں کو کریدا مت کر
پھر مرے دل میں نئے درد کو پیدا مت کر

تجھ کو معلوم ہے مٹی کا کھلونا ہوں میں
ٹوٹ جاؤں گا مری خاک سے کھیلا مت کر

میری نظروں سے میرا حال بیاں کر ڈالا
میری چاہت میں محبت کا تماشہ مت کر

گھر بھی اُجڑا ہے میرا تنگ زمیں ہے مجھ پر
آخری سانس ہوں جینے کا تقاضہ مت کر

میں نے دیکھا ہے زمانہ ہے وفا کا دشمن
میں ترا غیر ہوں تو مجھ پہ بھروسہ مت کر

دلِ ارشدؔ ترا بیمار ہے مانا لیکن
ہم سفر بن کے تو جینے کی تمنا مت کر

غم کی تصویر کو آنکھوں میں کہاں پاؤ گے
زخمِ دل تم مری آہوں میں کہاں پاؤ گے

میں تو خود ہی سے جدا ہوں مِرا پانا مشکل
تم مجھے اپنی پناہوں میں کہاں پاؤ گے

تم بھی آؤ مِری مٹی کا تماشہ دیکھو
کھیل مجھ جیسا وفاؤں میں کہاں پاؤ گے

ہر کوئی خود کا خدا بن کے جیا کرتا ہے
میں تو انساں ہوں خداؤں میں کہاں پاؤ گے

تم کو پھولوں کی تمنا ہے تو گلشن ڈھونڈو
میں کہ صحرا ہوں سرابوں میں کہاں پاؤ گے

خود کو الجھاؤ گے ارشدؔ کی تمنا کر کے
میں تو سایا ہوں خیالوں میں کہاں پاؤ گے

دل میں الجھن ہے کہ رشتوں کا نبھانا مشکل
گم شدہ ہوں کہ مِرا خود کا ہی پانا مشکل

پڑھ سکو تو میری آنکھوں کی حقیقت پڑھ لو
وقت کی طرح میں گونگا ہوں سنانا مشکل

لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر ہوا کرتی ہے
میں یہ کہتا ہوں کہ تدبیر بنانا مشکل

وہ بڑے پیار سے زخموں کو ہرا کرتے ہیں
درد کے کھیل میں بازی کا لگانا مشکل

اپنی ہستی کو وفاؤں میں مٹایا ارشدؔ
پھر نئی خاک سے ہستی کا بنانا مشکل

بیمار غم کا کچھ تو بھرم بھی بنا رہے
ڈھل جا ہماری سانس میں یہ حوصلہ رہے

زلفوں کی اسیری ہے مِری بندگی کا راز
سجدہ کروں تو سامنے چہرہ ترا رہے

دنیا مجھے ملی ہے ترے حسنِ خواب کی
جی لوں گا زندگی کو ترا آسرا رہے

بے تاب دل کی آرزو اُن کی نظر میں ہے
نازک سے لبوں پر مرے خاطر دعا رہے

لمحوں میں جی چکا ہوں میں عمر دراز کو
آنکھوں سے زرا دور ہیں دل میں سدا رہے

ارشدؔ کو زندگی سے نہیں کوئی شکایت
ہستی مری رہے نہ رہے بس وفا رہے

ائے مسیحا مرے زخموں کو ہرا رہنے دے
اُن کے ہونٹوں پہ مرے نام دعا رہنے دے

اُن کے آنے سے مرے گھر کا مقدر چمکا
حسنِ موسم مری آنکھوں میں سجا رہنے دے

قطرے قطرے میں برس جائے فرشتوں کی حیاء
آنکھ سے پینے دے میخانہ کھلا رہنے دے

تو بچھا دے ترا آنچل تو میں سجدہ کرلوں
گر ہے مسجد میں تو زاہد کا خدا رہنے دے

آخری سانس ترے نام کیا ہے میں نے
مجھ کو مرنے دے دعا اور دوا رہنے دے

اشک انمول ہیں ارشدؔ یہ نہ ضائع کرنا
زندگی لٹ گئی ارمان بچا رہنے دے

رہنے دے اپنے حسن کا صدقہ ہمارے نام
یہ لب ہمارے نام یہ چہرہ ہمارے نام

جنت اگر ملے ترے قدموں میں ڈالدوں
کردے شبابِ حسن کی دنیا ہمارے نام

آجا کہ شام وصل کی تقدیر بنا لیں
یہ زلف یہ رخسار کا صدقہ ہمارے نام

ڈھلنے لگی ہے رات جواں کچھ تو عطا کر
تن کا قرار من کی تمنا ہمارے نام

صدیوں سے دیکھتے رہے فرقت کا تماشہ
اب تو کرو ملنے کا بہانہ ہمارے نام

ارشدؔ کی تمنائیں ابھی تک جوان ہیں
کر دو تم اپنے حسن کا جلوہ ہمارے نام

آنے کا وعدہ کر کے نا آنا برا نہیں
یہ بھی تری ادا ہے بہانہ برا نہیں

انسان کے مزاج میں انسانیت نہیں
یہ سچ ہے میرے یار زمانہ برا نہیں

بے معنی تصور میں نہ خوبی نہ وفا ہے
ورنہ یہ محبت کا فسانہ برا نہیں

معصوم سادگی کی حفاظت ضرور کر
پاکیزہ دل سے دل کا لگانا برا نہیں

بے باک نظر سوچ کی آوارگی بھی دیکھ
ویسے تو حسن، عشق کا معنیٰ برا نہیں

ارشدؔ کو چھپا رہنے دے حیرت کی آنکھ میں
کہتے ہیں بہت لوگ دیوانہ برا نہیں

۞

وفا کی رات مہکتی ہے گرم سانسوں میں
سمٹ کے آئے تھے جلوئے ہماری بانہوں میں

ترے شباب کی انگڑائیاں لچکتی ہیں
جوان رات کی خوشبو بسی ہے آنکھوں میں

ادا میں شوخی لبوں پہ گلاب کھلتے ہیں
مہک رہا ہے تبسم ترا بہاروں میں

تمہارا ساتھ حسیں رات اور تنہائی
تمام عمر گذاری ہے چند لمحوں میں

تمہاری زلف پریشاں ہیں میرے شانوں پہ
تمہارا حسن چمکتا ہے میری آنکھوں میں

مرے شباب کی تقدیر میں ہے وصل ترا
نظر تو آیا ہے ارشدؔ تری پناہوں میں

۞

میرے گیتوں میں ترا حسن ہے گاؤں گا تجھے
داستاں عشق کی لکھوں گا سناؤں گا تجھے

گورے ہاتھوں میں رچائی نہیں مہندی تو نے
سرخئی خون جگر سے میں سجاؤں گا تجھے

اےئ میری جان تو تنہا نہ سمجھنا خود کو
وعدۂ حسنِ ازل ہے کہ نبھاؤں گا تجھے

یہ سماجوں میں رواجوں میں نہیں تیری جگہ
دل کی دنیا میں محبت میں بساؤں گا تجھے

ایک آندھی نے اُٹھایا ہے ترے رُخ سے نقاب
آ مری جان مری جاں میں چھپاؤں گا تجھے

تو بھی تاریخ میں محفوظ رہے گا ارشدؔ
میرے اشعار کا دیوان بناؤں گا تجھے

مٹی کی عقل سے کبھی شکوہ نہ کیا کر
مجبوریٔ حالات سے سودا نہ کیا کر

اس خاک کے پردے میں نہاں حسنِ ازل ہے
بے جا گِلوں سے جان کو رسوا نہ کیا کر

عیار نگاہوں میں پلا کرتے ہیں فتنے
یہ سوچ کے احساس کو میلا نہ کیا کر

مانا کہ تری جان امانت ہے خدا کی
تو اپنے عناصر کا تماشہ نہ کیا کر

بُت خانہ ہے دنیا تو کہاں بندگی کروں
کہتی ہے مری جان کہ سجدہ نہ کیا کر

ارشدؔ کی زندگی کو تری یاد ہے کافی
میں جی رہا ہوں تو میری پروا نہ کیا کر

آنکھوں سے بیاں ہو کے فسانے چلے گئے
آئے تھے محبت کے دیوانے چلے گئے

عیار نگاہوں نے فسادات مچائے
اُخوت و مروت کے زمانے چلے گئے

سونی ہے آنکھ خشک نظر اور مرے آنسو
تصویر تری ڈھونڈ کے لانے چلے گئے

مٹی کی خرافات میں اُلجھے ہیں بہت لوگ
عقلوں سے فرشتوں کے ٹھکانے چلے گئے

شہر ہوس میں بجھ گئی عبرت کی آنکھ بھی
دل ہیں کہ خود کو آگ لگانے چلے گئے

عیاش نگاہوں میں کھٹکنے لگے معصوم
ارشدؔ حیا وفا کے زمانے چلے گئے

کوئی دیوانہ کوئی درد کا مارا ہوگا
اجنبی شہر میں کوئی تو ہمارا ہوگا

اے مرے دوست مری طرح پریشاں ہو تم
دونو کربل میں ہیں ہم کیسے گذارا ہوگا

کوئی احساس کی میت پہ کہاں روتا ہے
کون انساں ہے جو انساں کا سہارا ہوگا

گوشت اور خون کے رشتوں کی تجارت دیکھی
وقت شاید یہ قیامت کا اشارہ ہوگا

ہائے ارشدؔ وہ محبت کا زمانہ نہ رہا
دل میں اب درد نہیں کیسے گذارا ہوگا

لوگ حیران ہیں دنیا کا خدا ہے کہ نہیں
ہر طرف شور قیامت کا بپا ہے کہ نہیں

جل چکی شرم و غیرت کی چتائیں کب کی
اے مری جاں ترا دامن تو بچا ہے کہ نہیں

آج انساں کی شرافت پہ بھروسہ مت کر
قحط دنیا میں محبت کا پڑا ہے کہ نہیں

تیری آنکھوں میں ہے مجبور محبت کا سوال
بول تجھ کو تیرے رشتوں سے گلہ ہے کہ نہیں

میں بھی مجبور ترے درد کا چارہ نہ بنا
پوچھ مت دردِ محبت کی دوا ہے کہ نہیں

آجا احساس کی میت پہ زرا رولیں ہم
بعد سوچیں گے کہ ارشدؔ میں وفا ہے کہ نہیں

ا پریشان ہوئے

پریشان ہوئے

تیری فرقت میں تو مر مر کے جیا کرتا ہوں
میری سینے میں ترے غم بھی پریشان ہوئے

ہائے کس درجہ بھیانک ہے وفا کی تعبیر
جاں پریشان ہے جانم بھی پریشان ہوئے

چند سانسوں کو ہی جینا ہے تو افسوس نہ کر
زخم دل دیکھ کے مرہم بھی پریشان ہوئے

آدمیت بھی ہے شرمندہ جہاں میں ارشدؔ
تیرے شعروں میں ترے غم بھی پریشان ہوئے

شمعِ عشق مرے دل میں جلا کر جاؤ
یا مری سانس کی اُمید بجھا کر جاؤ

زلف، لب چاند سے چہرے کا بھلانا مشکل
مار دیا مجھے دیوانہ بنا کر جاؤ

شب کی تنہائی میں یادوں کا سمندر اُبھرا
ڈوبتے دل کو کنارے سے لگا کر جاؤ

میری تنہائی اُڑاتی ہے محبت کا مذاق
آخری وقت ہے چہرہ تو دکھا کر جاؤ

آ بھی جاؤ کہ زمانہ تمھیں رسوا نہ کرے
اپنے بیمار کو سینے سے لگا کر جاؤ

تم کو ارشدؔ کی محبت سے گلہ ہے لیکن
دل تو کعبہ ہے نظر سے نہ گرا کر جاؤ

دل ربا دل بنا یا بہانہ بنا
یا تو نظریں ملا یا دِوا نہ بنا

ہم نے رکھا ہے تنہائیوں کا بھرم
تو مری سادگی کا فسانہ بنا

رخ پہ زلفوں کی کالی گھٹا چھا گئی
اب کے ساون کو بھی دلبرانہ بنا

چاند تنہا ہے تاروں کی بارات میں
آج کی رات کو عاشقانہ بنا

لے رہے ہیں مرے خواب انگڑائیاں
کوئی تعبیر دے کر فسانہ بنا

آ کے ارشدؔ کا تو نے بھرم رکھ لیا
دل کا کیا ہے کہ دل تو بنا نہ بنا

زندگانی سے اُکتا گیا کیا کروں
گھر بھی آسیب سے گھر چکا کیا کروں

میرے جینے پہ سب لوگ حیران ہیں
کب کا مرنا تھا زندہ رہا کیا کروں

وقت نے کیسے کیسے ستم ڈھائے ہیں
مرے بچپن کو بیچا گیا کیا کروں

ایک دیوانہ بزدل اناڑی تھا میں
قتل اپنوں نے مجھ کو کیا کیا کروں

یہ ستم پر ستم ہے کہ زندہ ہوں میں
چند سانسیں تھی میں جی لیا کیا کروں

حالِ دل اپنا ارشدؔ بیاں کر چکے
میں بھی خاموش سنتا رہا کیا کروں

آ مری جان مرا حال سناؤں تجھ کو
میری مٹی میں تجھے بو کے اُگاؤں تجھ کو

فرشِ بنجر کو تو گلزار سمجھ رکھی ہے
تو ہے پتھر کی کلی کیسے کھلاؤں تجھ کو

وہ خدا تھا کہ وہ مٹی سے بنائے انساں
میں مری خاک سے کس طرح بناؤں تجھکو

تیری مخمور نگاہی سے گلہ ہے مجھ کو
تو برس جائے اگر مجھ پہ نہاؤں تجھ کو

میں تو اک درد ہوں گیتوں میں ڈھلا کرتا ہوں
جی میں آتا ہے کہ آواز بناؤں تجھ کو

تو بھی ارشدؔ کی تمناؤں میں ڈھل کر سُن لے
سانس کے ساز پہ تا عمر میں گاؤں تجھ کو

کھو گئے ہم تم سے مل کر ڈھونڈ کر لاؤ ہمیں
کون تھے ہم کون ہیں اے یار سمجھاؤ ہمیں

چہرے بدلے اسقدر بے چہرہ ہو کر رہ گئے
خود کو ہم پہچان لیں شیشہ تو دکھلاؤ ہمیں

ریت ہیں صحرا کی ہم تو وقت نے لکھا ہمیں
بے سُرا اک گیت ہیں سُر میں کبھی گاؤ ہمیں

پتھروں کے شہر میں بُت بن گئے پتھر کے ہم
ہم اگر انسان ہیں احساس دلواؤ ہمیں

آ گئے بہر و پیوں کے شہر میں ارشدؔ میاں
ہم بھی ہیں رنگین بادل خوب برساؤ ہمیں

زندگی کو ترے آنچل میں گذر جانے دے
یا مری خاک کو قدموں میں بکھر جانے دے

منتظر ہوں میں ترا ہجر بھی منظور مجھے
گو قیامت ہے مرے سر سے گذر جانے دے

اُن کا وعدہ ہے کہ ساون میں ضرور آئیں گے
شوخ جذبات کو کچھ اور نکھر جانے دے

تیری نو خیز جوانی کا جواں حسن ترا
ایک محشر ہے ذرا اور سنور جانے دے

بعد مدت کے مرے گھر میں وہ مہمان ہوئے
وقت تھم جا ذرا اُن کو بھی ٹھہر جانے دے

میں نے دیکھا مری مٹی کا تقاضہ ارشدؔ
اب وہ آئیں تو مری جاں میں اُتر جانے دے

تیری آنکھوں میں محبت کا فسانہ لکھ دوں
میں ترے نام جوانی کا زمانہ لکھ دوں

بے رخی وعدہ خلافی کا بدل ہوتی ہے
تب ترے حسن کو رنگین بہانہ لکھ دوں

تیرے رخسار کی سرخی سے تصور لے کر
تیرے ہونٹوں کے تبسم پہ ترانہ لکھ دوں

تجھ کو تحریر میں رسوا نہیں ہونے دونگا
تو اگر چاہے تو میں خود کو دوانہ لکھ دوں

میری تنہائی کے شکوے سے خفا مت ہونا
اپنی ویرانی کے موسم کو سہانہ لکھ دوں

مانا شکوہ تو ہے توہینِ محبت ارشدؔ
اُن کی فرقت کو میں قسمت کا ستانا لکھ دوں

جیتا ہوں کہ سانس چلی ہے نہیں معلوم
دھڑکن میں مرے کون بسی ہے نہیں معلوم

آجاؤ بجھ رہی ہے شمع انتظار کی
جینے کو کتنی عمر بچی ہے نہیں معلوم

یادیں وصال وعدے جدائی کے فسانے
یا ان کہی کہانی بنی ہے نہیں معلوم

دیکھا ہے شب و روز محبت کا تماشہ
یہ دل لگی یا دل کی لگی ہے نہیں معلوم

چاہت وفا شباب ہے رنگین بہانے
کیسی ہوا جہاں میں چلی ہے نہیں معلوم

ارشدؔ کی سادگی نے کئی زخم کھائے ہیں
یا میری سمجھ میں ہی کمی ہے نہیں معلوم

کیا جرم کیا میں نے یہ کیسا قصور تھا
دل کو سزا ملی ہے نظر کا قصور تھا

شاید کہ اب وفا کا زمانہ نہیں رہا
خود پر بھی اعتبار کا رشتہ قصور تھا

ہوتا اگر نہ میں تو شکایت فضول تھی
میں ہوگیا کہ ہونا ہی میرا قصور تھا

ہم دل سے خفا ہم سے خفا دل بہت رہا
الجھے تھے اُن کے پیار میں اپنا قصور تھا

اے حسنِ اعتبار تری سادگی کی خیر
دل کو سنبھال دل کا لگانا قصور تھا

ارشدؔ کو زندگی سے شکایت بہت رہی
اس انجمن میں آپ کا آنا قصور تھا

اک حسن مجسم پہ غزل لکھ رہا ہوں میں
اُن کے بدن کو تاج محل لکھ رہا ہوں میں

چہرے پہ پریشان ہیں زلفوں کو ہٹاؤ
اے چاند تو بدلی سے نکل لکھ رہا ہوں میں

ارمان کے دامن میں محبت سمیٹ کر
اے دل مِرے اتنا نہ مچل لکھ رہا ہوں میں

اس جھیل سی آنکھوں میں فسانے ہزار ہیں
اقرارِ محبت کو کنول لکھ رہا ہوں میں

آنے سے پہلے اُن کے خیالات آگئے
تنہائی میرے گھر سے نکل لکھ رہا ہوں میں

بے تاب دھڑکنوں سے پریشان ہے ارشدؔ
اے دل زرا سا اور سنبھل لکھ رہا ہوں میں

ائے حسن کے شہکار ترے ناز کے صدقے
نظروں پہ تصدق ترے انداز کے صدقے

رخسار لب شباب حیا اور ادا کے ساتھ
تو میری غزل میں تری آواز کے صدقے

تیرے بدن کے ساز سے نغمے اُبل پڑے
قربان اداؤں پہ ترے ناز کے صدقے

ان کے قدم کو چوم کے آنکھوں میں چھپ گیا
ائے دل ترے انداز کے پرواز کے صدقے

خوشبو ترے بدن کی مری سانس میں ڈھلی
قربان حسین رات پہ ہمراز کے صدقے

ائے حسن ہمسفر ہے تو میرے شباب کا
ارشدؔ نثار تجھ پہ ترے ناز کے صدقے

حسن دھوکہ ہے کہ جا کر نہیں آنے والا
پھر مرے کے بعد نہیں ہوگا نبھانے والا

ناز انداز ادا حسن کی فطرت ہی سہی
پر یہاں کون ہے یہ بوجھ اُٹھانے والا

رشتے گونگے ہیں تو احساس ہے بہرا جانم
کون ہے سن کے ترے دل کو بنانے والا

کس کو فرصت ہے یہاں کون مسیحا تیرا
جو بھی ملتا ہے وہی زخم لگانے والا

یار مجبورئی حالات کا شکوہ کیسا
منتظر رہ کہ برا وقت ہے جانے والا

پڑھ لے ارشدؔ کی نگاہوں میں فسانے غم کے
غم زدہ ایک ہے بس دل کو بسانے والا

دلِ ناداں ترے جذبات سے ڈر لگتا ہے
ہجر اچھا ہے ملاقات سے ڈر لگتا ہے

دل و دلدار کا دشمن ہے زمانہ جانم
مجھ کو جلتے ہوئے حالات سے ڈر لگتا ہے

منتظر ہے تو مری جان کئی برسوں سے
مجھ کو انجامِ ملاقات سے ڈ ر لگتا ہے

میں تری روح کی عصمت کی گواہی دوں گا
پر یہ مٹی کے خرافات سے ڈر لگتا ہے

روز دیکھے ہیں زمانے کے بدلتے چہرے
صاف کہدوں تو کھری بات سے ڈر لگتا ہے

جانے سانسوں کا سفر ختم کہاں پر ہو گا
آج ارشدؔ کو یہ حالات سے ڈر لگتا ہے

سب کو لگتی ہے داستاں میری
درد تیرا ہے اور زباں میری

میں ہوں مظلوم کا حامی لیکن
کون سنتا ہے اب یہاں میری

خود سے بچھڑا میں تجھ میں ڈوب گیا
دیکھ تربت بنی کہاں میری

دل کی میت پہ رو رہی ہے وفا
مجھ سے ہستی ہے بدگما ں میری

تو ہے تنہا ترا خدا حافظ
تو ہے معصوم جانِ جاں میری

کون روئے گا مجھ پہ ائے ارشدؔ
کیونکہ ہستی ہے بے نشاں میری

میں نے فطرت کے تقاضے بھی بہت دیکھے ہیں
پیار کے نام پہ دھوکے بھی بہت دیکھے ہیں

حسن معصوم ہے تعریف ہے کیا ؟ زنجیریں
منڈیاں دیکھے ہیں سودے بھی بہت دیکھے ہیں

عقل عیار کی باتوں میں الجھنا نہ کبھی
حسن اور عشق کے دعوے بھی بہت دیکھے ہیں

قیدِ فطرت میں جواں ہے تو یہ مٹی اچھی
ورنہ آزاد جنازے بھی بہت دیکھے ہیں

تجربات اور حوادث کا سبق دیتا ہوں
میں نے عبرت کے تماشے بھی بہت دیکھے ہیں

صحبتِ روح سے بنتی ہے زندگی ارشدؔ
خاکِ بیمار کے رشتے بھی بہت دیکھے ہیں

میری نظروں سے کبھی دیکھ یہ دنیا کیا ہے
تو نے سمجھا نہیں رشتوں کا تماشہ کیا ہے

میں نے دیکھا ہے محبت میں زمانے کا مزاج
حسن یا عشق کے افسانے میں رکھا کیا ہے

آگ فطرت کی جواں عمر میں جلتی ہے مگر
آگ سے کھیل کے انسان کو ملتا کیا ہے

کتنے میٹھے ہیں فریبوں کے بہانے جانم
سوچ عیار محبت کا بھروسہ کیا ہے

دامنِ روح کو مجروح کیا جاتا ہے
جسم اور حسن کی اوقات میں رکھا کیا ہے

میں ہوں معصو م محبت کا محافظ ارشدؔ
جانتا ہوں میں عبادت کا تقاضہ کیا ہے

یوں سلگتے ہوئے جذبات کی باتیں مت کر
گرم صحراہوں میں برسات کی باتیں مت کر

بھولی بسری ہوئی یادوں کو دفن کر آیا
وہ محبت وہ ملاقات کی باتیں مت کر

میری آنکھوں سے کبھی دیکھ لے انجام وفا
ہجر میں ڈوبتے لمحات کی باتیں مت کر

عمر اک رات کی مانند گذر جائے گی
اب وہ جینے کے خیالات کی باتیں مت کر

حسن اک فتنہ جوانی ہے قیامت اۓ یار
دور اچھا نہیں جذبات کی باتیں مت کر

میں نے حق گوئی کا انجام لہو میں دیکھا
دیکھ ارشدؔ یہاں جذبات کی باتیں مت کر

وہ میری غزل تھی چرایا کسی نے
اسے میرے لہجے میں گایا کسی نے

مرا سُر مرا ساز سنگیت میرا
ترنم مرا گنگنایا کسی نے

ترے حسن کی چاندنی کا تصور
مری آنکھ میں تھا اُڑایا کسی نے

وہ راز محبت تھی دھڑکن میں میری
اسے میرے گیتوں میں گایا کسی نے

ترنم تبسم وہ شوخی وہ چہرہ
مرے گیت میں تھا سُنایا کسی نے

ابھی تک تو معصوم تھی جانِ ارشدؔ
ترے سر سے آنچل اُڑایا کسی نے

جو آج ہوئی بات وہ کل ہوگئی ہوتی
کل رات وہ آتے تو c d ہوگئی ہوتی

ویران زندگی میں اگر آگئے ہوتے
چہرہ گلاب چشم کنول ہوگئی ہوتی

گر ساتھ مرے چلتے کٹھن تو نہ تھا سفر
جینے کی ڈگر اور سہل ہوگئی ہوتی

اک رات کا وعدہ وہ وفا کر گئے ہوتے
یہ زندگی خوشبو کا بدل ہوگئی ہوتی

ہم درد جلن سوز کے رنگوں سے سجاتے
تصویر تری تاج محل ہوگئی ہوتی

ارشدؔ تمام فیصلے ہوجاتے کل کی رات
ہر بات کھری اور اٹل ہوگئی ہوتی

ایسی خوشبو ہوں مہکنا نہیں آیا مجھ کو
اُن کی زلفوں سے لپٹنا نہیں آیا مجھ کو

کیا سمجھتا تری تصویر کے رنگوں کی زباں
خود کے چہرے کو بھی پڑھنا نہیں آیا مجھ کو

لوگ جلتے ہیں تو جلنے دو وفا پر میری
اپنی فطرت کو بدلنا نہیں آیا مجھ کو

مجھ پہ روشن ہے ترا حال مگر بے بس ہوں
وقت کی زد سے نکلنا نہیں آیا مجھ کو

تیرا دیدار گیت نغمہ غزل
بے صدا ساز پہ گا نا نہیں آ یا مجھ کو

اُن کی آنکھوں سے فسانے بیاں ہوئے ارشدؔ
میں تھا نا داں کہ سمجھنا نہیں آیا مجھ کو

وفا کے نام پہ رسوائیاں ہیں میرے لیئے
مرا نصیب ہے تنہائیاں ہیں میرے لیئے

یہ تیرے حسن کے جلوے پرائے ہیں لیکن
ترے خیال کی انگڑائیاں ہیں میرے لیئے

تمہارے حسن کے نغمے رقیب گاتا ہے
تمہارے درد کی شہنائیاں ہیں میرے لیئے

شبابِ حسن کی نیرنگیاں نہیں نہ سہی
ترے خیال کی پرچھائیاں ہیں میرے لیئے

مناؤ جشن بہاراں دیارِ غیر میں تم
شبِ فراق کی پروائیاں ہیں میرے لیئے

تمہارے دل کی پناہوں سے ہے جدا ارشدؔ
تمہاری چشم کی گہرائیاں ہیں میرے لیئے

سر سے آخر سر کا آنچل
سینے پر لہرایا آنچل

میں نے دیکھا ایک نظر
جانے کیوں شرمایا آنچل

پھر زلفوں کی بدلی چھائی
پھر بارش میں بھیگا آنچل

چنچل چنچل شوخ ہوا
ہلکے ہلکے ڈھلکا آنچل

رات کا آنچل کالا کالا
تاج محل سا تیرا آنچل

ارشدؔ مجھ کو یاد رہا
میرا چہرہ اُن کا آنچل

کبھی وہ وعدہ کیا اور نبھا کے چھوڑ دیا
طرح طرح سے مجھے آزما کے چھوڑ دیا

میں اپنے نام کو چہرے کو بھول بیٹھا تھا
وہ اپنے چہرے کا جلوہ دکھا کے چھوڑ دیا

وہ اپنے نام کی رسوائی سے ڈرا لیکن
مجھے شہر میں دیوانہ بنا کے چھوڑ دیا

نظر ملی نہ ہی جی بھر کے اُنکو دیکھے ہم
نقاب رخ سے اُٹھا یا اُٹھا کے چھوڑ دیا

اگر پلانا تھا مدہوش کر دیا ہوتا
صراحی توڑ دی نظریں ملا کے چھوڑ دیا

تمام عمر اۓ ارشدؔ وفا کا نام نہ لے
یہ دل ہی تجھ کو تماشہ بنا کے چھوڑ دیا

مئے تری آنکھوں کے نام
جام ترے ہونٹوں کے نام

صبح ہے چہرے کی نذر
شام تری زلفوں کے نام

دل دھڑکن کی جان ہے تو
جان تری سانسوں کے نام

حسن ہے کیا چلتا جادو
چال تری مستوں کے نام

روپ ترا مستانہ ہے
رنگ ترا پھولوں کے نام

فن ارشدؔ کا تیری نظر
شوخ غزل آنکھوں کے نام

حسن کے چاند سے چہرے کے قصیدے لکھے
تیری آنکھوں میں مہکتے ہوئے لمحے لکھے

شوخ آنکھوں کے تبسم کو عبادت سمجھا
میری نظروں نے تری راہ میں سجدے لکھے

عہد ماضی کے تصور سے شکایت ہے مجھے
تجھ کو شکوہ ہے کہ غزلوں میں یہ شکوے لکھے

میں نے کب تیری وفاؤں کو جفا لکھا ہے
سچ ہے مجبور محبت کے فسانے لکھے

تیری چاہت کا تقاضا ہے زندگی میری
تجھ کو جینا ہے مجھے، جینے کے وعدے لکھے

دھند میں ڈوبے وہ ماضی کے فسانے بھولا
حال میں جینے کے ارشدؔ نے ترانے لکھے

جی لیا میں نے زندگی میری
تیری چاہت ہے بندگی میری

جان مہکی ہے تیری زلفوں سے
تیرا چہرہ ہے تازگی میری

تیرے سائے کو سجدہ کرتا ہوں
عین ایماں ہے کافری میری

تو تصور ہے میرے شعروں کا
حسن تیرا ہے شاعری مِری

تیری خفگی سے سانس گھٹتی ہے
تیرے ہونٹوں پہ ہے ہنسی میری

پوچھ ارشدؔ سے تو وفا کیا ہے
غور سے دیکھ سادگی میری

نظروں میں مہکتا ہوا وعدہ تو سنبھالو
زلفوں میں اُلجھتا ہوا چہرہ تو سنبھالو

کمسن ہو مرے دل کی حفاظت نہ کرو گے
سینے پہ مچلتا ہے ڈوپٹہ تو سنبھالو

مانا مری رسوائی سے ڈرتے ہو بہت تم
بہکے ہوئے جذبوں کا ارادہ تو سنبھالو

آنکھوں سے برستی ہے تو پی لیں گے خوشی سے
ہونٹوں پہ چھلکتا ہوا پیالہ تو سنبھالو

پازیب کی جھنکار ہے دھڑکن مرے دل کی
دل لے چکے ہو شوق سے میرا تو سنبھالو

ارشدؔ یہ قیامت کی گھڑی ٹوٹ نہ جائے
رفتار کی شوخی میں ہے فتنہ تو سنبھالو

اُلجھی اُلجھی زلفیں تیری اچھی لگتی ہیں
چنچل چنچل آنکھیں تیری اچھی لگتی ہیں

چاند کو جب بھی دیکھوں تیرا چہرہ لگتا ہے
مہکی مہکی سانسیں تیری اچھی لگتی ہیں

مخمل جیسا تن ہے تیرا ریشم جیسا دل
پھول سے نازک باہیں تیری اچھی لگتی ہیں

آنکھوں میں ساون کے سپنے سجتے رہتے ہیں
بھیگی بھیگی یادیں تیری اچھی لگتی ہیں

ارشدؔ اُن کا حسن غزل میں ہنستا رہتا ہے
شعر میں ڈھلتی باتیں تیری اچھی لگتی ہیں

کس قدر شوخ ہے ترا آنچل
آنکھ ملتے ہی ڈھل گیا آنچل

یاد آتا ہے دل رُبا منظر
اُن کے سینے سے کھیلتا آنچل

کبھی چہرے کو چوم لیتا ہے
کبھی زلفوں کو چھیڑتا آنچل

تن کی خوشبو فضا معطر ہے
رات آئی مہک اُٹھا آنچل

تیری رعنائیاں ہیں فطرت میں
چاند چہرہ ہے یہ گھٹا آنچل

جانِ ارشدؔ کہا تو شرما کر
میرے رُخ پر اُلٹ دیا آنچل

وہ دور ہے نظر سے مجھے چاہتا تو ہے
دونوں دلوں میں پیار کا رشتہ رہا تو ہے

تنہائی میں پوشیدہ ہیں افسانے پیار کے
ہر شب کو انتظار کا اک آسرا تو ہے

تونے جسے چاہا وہ نبھایا نہ نبھایا
لیکن مرے دل میں تری خالی جگہ تو ہے

یہ پیار یہ وعدے یہ وفا وقت کے جذبے
دھوکے ہیں زمانے میں یہ تجھ کو پتہ تو ہے

اۓ موسم بہار ترے حسن کے صدقے
پہلو میں ہے خزاں ترے تو جانتا تو ہے

ارشدؔ کی آرزو یا وفا کا فریب ہے
آخر کو اک فقیر تماشہ بنا تو ہے

اب تک ترے آنے کا مجھے انتظار ہے
شاید کہ معجزے کا مجھے انتظار ہے

محشر ترے فراق کا گذرا تو ہے مگر
اک رات کے وعدے کا مجھے انتظار ہے

مجھ کو مرے رقیب سے شکوہ نہیں کوئی
اک اور بہانے کا مجھے انتظار ہے

اک روز منانا ہے مجھے بھی وفا کی عید
اک چاند سے چہرے کا مجھے انتظار ہے

ہونٹوں پہ تبسم کا نشہ اور ہے ساقی
آنکھوں سے برسنے کا مجھے انتظار ہے

ارشدؔ غزل کا آخری مصرع بھی لکھ چکا
بس حسن کو لکھنے کا مجھے انتظار ہے

کوئی وعدہ کبھی وفا ہوتا
کاش اک معجزہ ہوا ہوتا

ہم بھی جی لیتے انتظاری میں
جھوٹا وعدہ سہی کیا ہوتا

وہ تو ہنس کر فریب دیتے ہیں
جان کر میں بھی مبتلا ہوتا

آئے، آئے ہیں، آرہے ہوں گے
بس یہی سوچ کر جیا ہوتا

جذب ہونا تھا میں ڈوپٹہ بنا
کاش اتنا نہ فاصلہ ہوتا

کاش وہ آتے آج ہی ارشدؔ
آج ہی تیرا فیصلہ ہوتا

اچھا ہوا کہ مجھ کو ملی پیار کی سزا
لگنے لگی ہے مجھ کو مِری زندگی سزا

تقدیر کا لکھا تو کبھی مٹ نہیں سکا
دل آرزو وفا ہے بلا ہر خوشی سزا

میں خود ہی تجھ کو پانے کی حسرت میں گم ہوا
شاید کہ جھیلنا ہے مجھے آخری سزا

دو دن کی زندگی بھی مصیبت سے کم نہیں
بس جھیلنے کو رہ گئے محشر تری سزا

اب تک یہ معمہ ہے مگر حل نہیں ہوا
تجھ سے خطا ہوئی تھی مجھے کیوں ملی سزا

میں بے قصور تھا یہی میرا قصور ہے
ارشدؔ مِر ا وجود ہے شاید مری سزا

یہ دین کے تاجر ہیں حیا بیچ رہے ہیں
بھاشن میں تصور کا خدا بیچ رہے ہیں

دنیا میں کوئی د ل کا خریدار نہیں ہے
بازارِ محبت میں وفا بیچ رہے ہیں

بکنے لگی ہیں شوخ حسینوں کی جفائیں
جلتے ہوئے جسموں کی ادا بیچ رہے ہیں

تعویذ میں قسمت کے خریدا رملیں گے
یہ کل کے دواساز دعا بیچ رہے ہیں

ہر آدمی اب خود کا خدا بن کے چلا ہے
واعظ یہاں جنت کا پتہ بیچ رہے ہیں

ارشدؔ ہیں پریشان کہاں جارہے ہیں ہم
دنیا کے عوض روح وفا بیچ رہے ہیں

تری جدائی کے لمحے اُداس ہیں آجا
یہ میرے گیت یہ نغمے اُداس ہیں آجا

سنہری یاد کے جگنو چمک رہے ہیں مگر
یہ آنسوؤں کے ستارے اُداس ہیں آجا

جواں حیات کے ہر پل سے اُڑگئی خوشبو
مہکتے خواب ہمارے اُداس ہیں آجا

یہ انتظار کا دامن لہو لہو کیوں ہے
تڑپتے ٹوٹتے سپنے اُداس ہیں آجا

ابھی اُمید کے پھولوں میں تیری خوشبو ہے
مگر وہ ٹوٹتے وعدے اُداس ہیں آجا

جوان رات کے شعلے بھی بجھ گئے ارشؔد
یہ دل خموش ہے جذبے اُداس ہیں آجا

دل سے بُوئے وفا گئی شاید
بات نیت کی آگئی شاید

سرخ چہرے کا رنگ اُجڑا ہے
آنکھ ہے اور حیا گئی شاید

زلف ہے تو مہکتے خواب نہیں
رات کے سر بلا گئی شاید

پھر وفا کی اُداس گلیوں سے
ہو کے رسوا دعا گئی شاید

سرد راتوں میں برف کی فطرت
میرے جذبوں میں آگئی شاید

ہم سفر تھی ہماری تنہائی
ہم کو ارشؔد بنا گئی شاید

مہکتے خواب چمکتی خوشی کی بات نہ کر
وفا کی لاش سے یہ دل لگی کی بات نہ کر

حیا کے کان میں سیسہ پگھل گیا ہوگا
ہوس کے شہر میں پاکیزگی کی بات نہ کر

ہر ایک سانس ہے گھائل ہزار زخموں سے
مسیحا کوئی نہیں زندگی کی بات نہ کر

سنہرے خواب ہیں ویران تیری آنکھوں میں
فریبِ عشق میں دیوانگی کی بات نہ کر

ابھی بھی وقت کے صحرا میں ہم بھٹکتے ہیں
رہی نہ منزلیں اب رہبری کی بات نہ کر

بھرے ہیں زہر سے میخانے آج کل ارشدؔ
تو کربلا میں ہے اب تشنگی کی بات نہ کر

زخم جذبوں میں ڈھلے شعر مکمل نہ ہوا
حسنِ الفاظ سے کاغذ ترا آنچل نہ ہوا

عشق کی آگ میں دل برسوں جلا ہے لیکن
تیرے پاؤں کی حنا جسم کا صندل نہ ہوا

عکس ہے روح کے ٹوٹے ہوئے آئینے میں
شکر ہے میری طرح ٹوٹ کے پاگل نہ ہوا

مری پلکوں پہ ہے سرمہ تری یادوں کا مگر
اک مرا پیار تری آنکھ کا کاجل نہ ہوا

درد فرقت سے مہکتا ہے مرا دل جانم
دل تری یاد کا گلشن ہوا جنگل نہ ہوا

عشق کیا چیز ہے عیار نہ جانے ارشدؔ
وہ بھی کیا دل جو ترے عشق میں بسمل نہ ہوا

سلگتے زخم کے لمحے تری تلاش میں ہیں
بکھرتے ٹوٹتے وعدے تری تلاش میں ہیں

کہ انتظار مہکتا ہے میری آنکھوں میں
جوان رات کے جذبے تری تلاش میں ہیں

مرا نصیب ہے ہمراز تیری زلفوں کا
یہ الجھنوں کے قصیدے تری تلاش میں ہیں

حسین جسم کے آنچل میں سو گئے جذبے
جوان حسن کے شکوے تری تلاش میں ہیں

کبھی کبھی تو ترے خواب گنگناتے ہیں
مگر یہ در د کے نغمے تری تلاش میں ہیں

سنا ہے آتش فرقت میں جل گیا ارشدؔ
سنا ہے اُسکے فرشتے تری تلاش میں ہیں

حسن ہے چاندنی اور چاند ہے سایہ تیرا
تن کی خوشبو سے معطر ہے فسانہ تیرا

میری آنکھوں سے لپٹتی ہے جوانی تیری
اور سپنوں کے فرشتوں میں ہے چرچا تیرا

میرے آنگن کی بہاروں کا تبسم تو ہے
میری تنہائی میں ہنستا ہے اشار ہ تیرا

تیری پائل ترے کنگن میں کھنکتا ہے سرُور
میری سانسوں میں مہکتا ہے دُوپٹہ تیرا

تیرے قدموں سے چمکتے ہیں وفا کے بوسے
میری بانہوں میں سمٹ آتا ہے جلوہ تیرا

تو ہے ارشدؔ کی محبت میں جناں کی مانند
دو بدن جان ہے اک کچھ نہیں میرا تیرا

حسن کی چاندنی یادوں میں چمکتی ہے ابھی
تیری خوشبو مِری سانسوں میں مہکتی ہے ابھی

تیری جلتی ہوئی باہوں کی حرارت توبہ
مخملی آنچ مرے دل میں دہکتی ہے ابھی

یاد ہے مجھ کو تری پہلی نظر کی بجلی
وہ مرے جسم میں رگ رگ میں لپکتی ہے ابھی

اب کے ساون میں تری یاد کے جگنو چمکے
تیری مستی مِری آنکھوں سے چھلکتی ہے ابھی

تیری زلفوں کی مہک لائی ہے پھر باد صبا
دل کے آنگن میں تری یاد چہکتی ہے ابھی

شوخ احساس دھڑکتا ہے ابھی تک ارشدؔ
میرے سینے میں تری یاد مہکتی ہے ابھی

شب کے آنچل میں تری یاد پگھلتی ہی رہی
آخری شمع ترے ہجر میں جلتی ہی رہی

جنم کا زائچہ کھینچا تو نحوست ہی ملی
ہر خوشی غیر کے دامن میں مچلتی ہی رہی

میرا بچپن مری مجبور جوانی میں ڈھلا
اور جوانی تھی کہ گر گر کے سنبھلتی ہی رہی

میرے ملبوس کا پیوند بھی درویش رہا
میری گمنامی مری ہستی میں ڈھلتی ہی رہی

سیکھ پروانے کے انجام سے اندازِ وفا
شمعِ بزم تو ہر رنگ میں جلتی ہی رہی

شاعری سوزِ جگر زخم نظر ہے ارشدؔ
اک نزاکت ہے مرے شعر میں ڈھلتی ہی رہی

قرطاس زندگی پہ لکھا بھی نہیں گیا
تھا علم بہت اُن سے پڑھا بھی نہیں گیا

مرنے سے پہلے زیست کا معنیٰ سمجھ گئے
اچھا ہوا کہ ہم سے جیا بھی نہیں گیا

ہم پیڑ ہیں ببول کا اُجڑے نصیب میں
ہونے کی خوشی ہو کے گلہ بھی نہیں گیا

دنیا کے پل صراط سے گذرے ہزار لوگ
دو چار گام ہم سے چلا بھی نہیں گیا

ہم بت کی محبت میں گرفتار بھی رہے
دل سے ہمارے خوف خدا بھی نہیں گیا

ارشدؔ تمام عمر کا قصہ ہے مختصر
لیکن یہ دوستوں سے سنا بھی نہیں گیا

مجھ پر سے میری زندگی کب کی گذر گئی
زندہ ہے مرا جسم مگر جان مر گئی

سینے کو دُوپٹہ کی شکایت نہیں رہی
چادر تھی اُن کے سر پہ حیا کی اُتر گئی

دہلیز پہ بیٹھی تھی مرے گھر کی لاج دیکھ
یہ ریت سے بنی تھی ہوا سے بکھر گئی

درویش کی گدڑی ہے کہ جنگل ببول کا
گھبرا کے میری زندگی مجھ سے مکر گئی

مِیرا کے بھجن کے لئے آواز ہے نہ کان
بازار ہوس دیکھا جہاں تک نظر گئی

ارشدؔ نظر خموش ہے ہونٹوں پہ مہر ہے
وقتِ نزع بھی میری دعا بے اثر گئی

مجھ سے ہر شخص کو آخر یہ شکایت کیوں ہے
سوچتا ہوں میری ہستی میں نحوست کیوں ہے

بے ضرر میں نے گذاری ہے زندگی اپنی
پھر بھی مرے لیے ہر آنکھ میں نفرت کیوں ہے

میرے گھر نے ہی مجھے قید کیا ہے برسوں
یہ مری جان پہ آسیبی حراست کیوں ہے

میری دیوانگی دنیا کی وفا سے بہتر
راستے کو مری منزل سے بغاوت کیوں ہے

جب خدا دل میں نہیں ہے تو نظر کیوں مانے
رسم ہے دیر و حرم رسمِ عبادت کیوں ہے

دیکھ ارشدؔ کی نگاہوں سے زمانے کا مزاج
تجھ کو اے یار فریبوں سے محبت کیوں ہے

عیار نگاہوں میں شرافت نہ ڈھونڈیئے
پتھر میں دل و دل میں محبت نہ ڈھونڈیئے

کھائے ہیں ہم نے دھوکے وفاؤں کے نام پر
بے داغ لباسوں میں مروت نہ ڈھونڈیئے

خود آگ لگاتے ہیں کنواں کھودنے والے
کربل کے یزیدوں میں شرافت نہ ڈھونڈیئے

احساس اور شعور ہے روحوں کی امانت
مٹی کے مکانوں میں یہ دولت نہ ڈھونڈیئے

انسانیت کے نام پہ انساں بلی چڑھا
مردہ دلوں میں جذبہء فطرت نہ ڈھونڈیئے

ہم خود کو کھو چکے ہیں خدا کی تلاش میں
ارشدؔ وفا کی آنکھ میں عبرت نہ ڈھونڈیئے

مِری ہستی بھی اُن کو مقبرہ لگنے لگی شاید
کہ اُن کی سوچ اُن کو معجزہ لگنے لگی شاید

فرشتوں کے پروں سے چھن کے آتی تھی ہوا گھر میں
مرے گھر کو کسی کی بد دعا لگنے لگی شاید

کبھی سیتا کبھی مریم کی بیٹی ہوگئی مظلوم
یہاں ماں باپ کو بیٹی چِتا لگنے لگی شاید

وہ نازک موم کی گڑیا ہوس کی آگ میں پگھلی
اسے جرم جوانی پر سزا لگنے لگی شاید

اۓ ارشدؔ قافلے غم کے گذرتے ہیں مِرے دل سے
مِری ہستی ہی اُن کو راستہ لگنے لگی شاید

کوئی گنگا میں دُھلنے جا رہا ہے
کوئی کعبہ میں ڈھلنے جا رہا ہے

زمانہ آگیا ہے پاپیوں کا
کوئی دنیا بدلنے جا رہا ہے

خدا بٹنے لگا ہے مذہبوں میں
دھرم میں دین جلنے جا رہا ہے

خدا محفوظ رکھے دل جلے کو
دعا زخموں پہ ملنے جا رہا ہے

یہاں تو سانس لینا بھی کٹھن ہے
دیوانہ دل بدلنے جا رہا ہے

یہ دنیا بن گئی ارشدؔ جہنم
مرا گھر بھی تو جلنے جا رہا ہے

مہکتی آنکھ میں خوشبو کے سپنے مسکراتے ہیں
مرے دل میں دھڑکتے خواب تیرے مسکراتے ہیں

تری زلفوں کی انگڑائی مرے شانوں پہ الجھی تھی
ابھی تک سرد تنہائی میں جلوے مسکراتے ہیں

تری رفتار کی شوخی سے دل نے زندگی پائی
مرے ہونٹوں پہ تیرے گرم بوسے مسکراتے ہیں

تمہارے نازنین جلوے مری آنکھوں میں بستے ہیں
تمہاری آنکھ میں بے تاب نغمے مسکراتے ہیں

تری یادوں کی خوشبو سے مہکتا ہے مرا آنگن
مرے گھر میں تری راتوں کے سائے مسکراتے ہیں

در و دیوار گھر کو دیکھ ارشدؔ پھر بتا مجھ کو
مری تنہائی پہ آخر یہ کیسے مسکراتے ہیں

نہ جانے کتنی صدیوں کا گلہ ہے تیری آنکھوں میں
یہ کیسے درد کا صحرا چھپا ہے تیری آنکھوں میں

مجھے لگتا ہے وہ میں ہوں مری ویران یادیں ہیں
سزا تجھ کو ملی میری خطا ہے تیری آنکھوں میں

نہ جانے کب سے قطرہ قطرہ بنکر بہہ رہا ہوں میں
ترے آنسو نہیں میری سزا ہے تیری آنکھوں میں

ترے حالات روشن ہیں مری قسمت کے شیشے میں
کہ اپنی بے بسی میں نے جیا ہے تیری آنکھوں میں

یہ جلتے درد و غم رنج و الم دے دے مجھے جانم
محبت ہی محبت کی خطا ہے تیری آنکھوں میں

نہیں میں لکھ نہیں سکتا اے ارشدؔ داستانِ غم
ازل کیا ہے ابد کا غم لکھا ہے تیری آنکھوں میں

تری آنکھوں کا یہ تاریک سناٹہ مجھے دیدے
یہ انجانی تھکن سے ٹوٹتا صحرا مجھے دے دے

تری نظروں کو شاید مجھ سے صدیوں کی شکایت ہے
تری پھوٹی ہوئی تقدیر کا کاسہ مجھے دے دے

تو اپنے آپ میں صدیوں سے چل کر تھک گئی ہوگی
اۓ میری جان یہ بھٹکا ہوا رستہ مجھے دے دے

تری زلفیں ترا چہرہ تری مایوس اُمیدیں
یہی ہے گر تری تقدیر کا لکھا مجھے دے دے

ترے نازک سے پاؤں میں بہت چھالے پڑے ہوں گے
مرہم بوسوں کا رکھ دوں گا مگر موقع مجھے دے دے

تری قسمت کو میں جی لوں مِری تقدیر تو جی لے
تو جی لے جانِ ارشدؔ اور یہ تحفہ مجھے دے دے

بتا مجھ کو مری جاں تو ابھی تک کیوں پریشاں ہے
مرے معصوم ارماں تو ابھی تک کیوں پریشاں ہے

خدا کے واسطے مجھ پر تو دل کا حال ظاہر کر
اۓ میری جانِ جاناں تو ابھی تک کیوں پریشاں ہے

یہ کیسا خوف تیری آنکھ کا محور بنا آخر
وفا پہ کر کے احساں تو ابھی تک کیوں پریشاں ہے

ترے دم سے قدم سے عشق کا ارمان زندہ ہے
جہاں میں حسنِ خوباں تو ابھی تک کیوں پریشاں ہے

ترے احساس کے صدقے ابھی تک دل دھڑکتا ہے
بتا اۓ غم کے مہماں تو ابھی تک کیوں پریشاں ہے

تری آنکھوں میں پوشیدہ ہیں میرے درد کے قصے
اۓ ارشدؔ کے نگہباں تو ابھی تک کیوں پریشاں ہے

میری قسمت کے پیچ وخم تیری چوٹی میں لپٹے ہیں
تری نیندوں کو میرے درد وغم کے خواب چُبھتے ہیں

ترے دل میں بھی میری بے بسی کا غم دھڑکتا ہے
مرے ارماں بھی تیرے درد کے صحرا میں ڈھلتے ہیں

مجھے معلوم ہے صدیوں سے میری منتظر ہے تو
یہ دنیا ہے یہ دنیا میں کہاں دن رات ملتے ہیں

تری آزردہ آنکھوں میں مرے غم کی اُداسی کیوں
ہزاروں لوگ بس ایسے ہیں جو سپنوں میں جیتے ہیں

زرا نظریں اُٹھا اور مسکرا کر سیکھ لے جینا
گلابوں کی یہی قسمت ہے وہ کانٹوں میں کھِلتے ہیں

چھڑی ہے جنگ سانسوں کی فتح پانا نہیں آساں
اۓ ارشدؔ خود کو پانے کے لئے ہم روز مرتے ہیں

تری خاموش آنکھوں کو محبت میں بدلنا ہے
ترے دیدار کو حسنِ عبادت میں بدلنا ہے

تری زلفیں ترے چہرے کے بوسے لے چکی جاناں
ترے آنچل کو پڑھنا ہے تلاوت میں بدلنا ہے

تری تصویر تو بے جان رنگوں سے مزین ہے
تجھے انساں بنانا ہے حقیقت میں بدلنا ہے

اگر تعبیر حق ہے تو مجھے تعبیر جینا ہے
مگر تجھ کو مرے خوابِ محبت میں بدلنا ہے

محبت کے کئی افسانے ہم بھی لکھ چکے ارشدؔ
کہ اب طرزِ محبت کو شکایت میں بدلنا ہے

تم گئے خوشبو گئی گلشن گیا نکہت گئی
زندگی بے رنگ ہے رنگت گئی چاہت گئی

کتنی راتیں جاگ کر میں نے تراشا ایک خواب
حسن بے تعبیر نکلا خواب سے راحت گئی

حور تھی وہ یا پری تھی یا مری ہمراز تھی
وہ گئی ارماں گئے اور دل گیا الفت گئی

دختر ملت ہے تو میری نصیحت یاد رکھ
تیری چادر سر سے اُتری باپ کی عزت گئی

ہر قدم محفوظ رکھ بلوائیوں کے شہر میں
رشتے ناطوں سے مروت خون سے لذت گئی

ہو سکے تو آئینہ سے بھی تو پردہ کر یہاں
دہر کے بازار سے ارشدؔ گئے عصمت گئی

تم کو ہماری یاد ستائے گی کسی دن
تنہائی تمہیں خون رلائے گی کسی دن

ہم نے جوان عمر کو برباد کر لیا
یہ سوچ کر وہ ہمکو بلائے گی کسی دن

مٹی کے بتکدے میں وفا اک فریب ہے
دنیا یہی سوال اُٹھائے گی کسی دن

خودغرض اپنے خون کے رشتوں میں چھپا ہے
غربت تجھے احساس دلائے گی کسی دن

لوگو خدا کے نام پہ جنت خرید لو
دنیا ہی یہ دنیا کو مٹائے گی کسی دن

ارشدؔ تو یہاں جی لیا سانسوں کی آڑ میں
فطرت کبھی نقاب اُٹھائے گی کسی دن

مہکتے حسن کی چھاؤں میں جینے دیجئے مجھ کو
وفا کے نازنین گاؤں میں جینے دیجئے مجھ کو

کبھی بادل کبھی پربت کبھی پنگھٹ کی تنہائی
بلاتی ہے مجھے بانہوں میں جینے دیجئے مجھ کو

میرے کھیتوں کی ہریالی ہری ہے شوخ چُنری سے
خدارا سرمئی آنکھوں میں جینے دیجئے مجھ کو

کبھی سکھیوں میں تم تھی ہیر میں رانجھا رہا ہوگا
کہ اپنے حسن کے جلوؤں میں جینے دیجئے مجھ کو

یہ قوموں میں قبیلوں میں محبت جرم ہوتی ہے
بس اپنی آتشی آہوں میں جینے دیجئے مجھ کو

نہ جانے کون ساعت میں لیا ارشدؔ جنم میں نے
یہ دنیا تنگ ہے سانسوں میں جینے دیجئے مجھ کو

اس درد زندگی کا مداوا نہ ہو سکا
تم سے بچھڑ کے خود پہ بھروسہ نہ ہو سکا

صدیوں کے فاصلے تری یادوں میں طئے کیا
تجھ سے کبھی ملنے کا بہانہ نہ ہو سکا

آخر کو مقدر کو بھی تسلیم کر لیا
سانسوں کے سوا کچھ بھی گوارہ نہ ہو سکا

خود سے گذر کے مٹ گئے تم کو نہ پا سکے
دو دن کی زندگی میں گذارہ نہ ہو سکا

جرم وفا پہ ہم کو ملی عمر بھر سزا
کہتے ہیں جس کو دل وہ ہمارا نہ ہو سکا

ارشدؔ دیارِ غیر میں کب تک جیئں گے ہم
اُن کے بغیر جینا گوارہ نہ ہو سکا

لکھا ہے میں نے خط تجھے فرقت کے نام پر
لفظوں نے کئے سجدے عبادت کے نام پر

میں نے کتاب حسن کی تعظیم کیا ہے
ہر روز چومتا ہوں تلاوت کے نام پر

خاکی ہوں خاکداں میں بکھر جاؤں گا ایکدن
جینا ہے چار دن مجھے فطرت کے نام پر

اپنوں کا کرم تم پہ ہوا ہوگا بہت کچھ
ہم بھی لٹے ہیں اپنی شرافت کے نام پر

ہم نے وضو کیا تری زلفوں کی مہک سے
چہرہ ترا پڑھیں گے تلاوت کے نام پر

ارشدؔ کی تشنگی کو محبت کا جام دے
پیاسے بہت رہے تری چاہت کے نام پر

تری یادوں کو خوابوں کو جیا جائے تو اچھا ہے
ترے احساس کے رس کو پیا جائے تو اچھا ہے

ترا دامن معطر ہے حیا کے عطر سے جاناں
خیالِ حسن کو سجدہ کیا جائے تو اچھا ہے

تری مظلوم سچائی سے گر دنیا کو شکوہ ہے
ترا الزام اپنے سر لیا جائے تو اچھا ہے

یہی ہے آخری ارماں ترے دیدار میں جانم
یہ جاں جائے تو اچھا ہے جیا جائے تو اچھا ہے

بُزرگی میں کہاں راس آئیں گے معشوق کے جلوے
اگر دل ہے جوانی میں دیا جائے تو اچھا ہے

مزاجِ حسن کے قابل ترا ملبوس ہو ارشدؔ
وفا سے چاکِ دامن کو سیا جائے تو اچھا ہے

اے شب کے یار ٹھہر جا غزل تو ہونے دے
گھنیری زلف کو بکھرا غزل تو ہونے دے

تمام عمر کا جاگا ہوا تھا دل سویا
حسین خواب کو مہکا غزل تو ہونے دے

جوان حسن کے پیکر کو اور سجنے دے
نظر کو کرنے دے سجدہ غزل تو ہونے دے

مجھی میں نقص ہے بے عیب ہے جمال ترا
تو مجھ میں ڈھل کے سنور جا غزل تو ہونے دے

بس ایک خواب کو بچپن سے تراشا میں نے
دکھا دے چاند سا چہرہ غزل تو ہونے دے

یہ میری خاک کا کعبہ تو جان ہے ارشدؔ
تو جان و دل کا ہے قبلہ غزل تو ہونے دے

بسترِ ہجر پہ اوڑھے ہوئے تنہائی کو
کتنے خط کروٹیں لکھتے رہے ہرجائی کو

اب کے موسم میں ترے جسم کی خوشبو ہی نہیں
کیا قسم دی ہے تری زلف نے پروائی کو؟

تیرا آنچل ترے سینے سے لپٹ جاتا ہے
بو سے دیتی ہے جوانی تری انگڑائی کو

چوم لیتی ہیں مرے تن کی ترنگیں ہر دم
تیری سانسوں میں مہکتی ہوئی شہنائی کو

ٹوٹ کر کب کا بکھر جاتا یہ دیوانہ ترا
تیری یادوں نے سنبھالا ترے شیدائی کو

ڈھونڈتا پھرتا ہے ارشدؔ کا جنوں صدیوں سے
دوستی پیار وفا حسنِ شناسائی کو

کوئی آرزو ہوں نہ ارمان ہوں
میں خود سے خفا اور پریشان ہوں

زمانے کی گردش نے پالا مجھے
میں فطرت کا ان چاہا احسان ہوں

مجھے راستہ اور منزل کہاں
میں اپنے ہی گھر ایک مہمان ہوں

مری خاکِ بنجر نہیں کام کی
میں ردّی کباڑی کا سامان ہوں

پچاسوں بہاروں نے روندھا مجھے
میں اُجڑا ہوا اک گلستان ہوں

مجھے کل فرشتہ سمجھتے تھے لوگ
اب اُن کی نگاہوں میں شیطان ہوں

خدا زندگی سے مجھے دے نجات
میں ارشدؔ ہوں تیرا میں انسان ہوں

عید کو عید نہیں پیار کا تحفہ سمجھے
عید کا چاند نہیں یار کا چہرہ سمجھے

اُن کی زلفوں کی گھٹاؤں سے برستی رحمت
وہ جسے چھولے اُسے پاک فرشتہ سمجھے

وہ ہلال اور اُفق چشم و ابرو تیرے
ان اشاروں سے عبادت کا سلیقہ سمجھے

دل کو فرحت ترے دیدار سے ہوتی ہے نصیب
روح کے درد کو الفت کا کرشمہ سمجھے

چاند کے دید سے سب عید منا لیتے ہیں مگر
ہم دیوانے تری تصویر کو کعبہ سمجھے

تیرے دامن میں ہو ارشدؔ کے مقدر کی خوشی
جو تجھے دیکھے تجھے آنکھ کا تارا سمجھے

یہ کیسے امتحاں سے گذرتا رہا ہوں میں
جینے کی خواہشات میں مرتا رہا ہوں میں

تم کو سمیٹنے کی تمنا تھی ازل سے
لیکن یہ کیا کہ خود میں بکھرتا رہا ہوں میں

رنگریز ہوں لہو سے میں جوڑا ترا رنگا
بے رنگ زندگی میں اُترتا رہا ہوں میں

اۓ زندگی تو زخم پہ سو زخم لگا دے
ہر زخم کے سہرے میں سنورتا رہا ہوں میں

دیوانے دل کی چاند کو چھونے کی آرزو
صدیوں سے یہی کاوشیں کرتا رہا ہوں میں

تجھ کو یہ زندگی کی تب و تاب مبارک
ارشدؔ مگر نشاط سے ڈرتا رہا ہوں میں

دل گیا ارمان گئے دلدار بھی جاتا رہا
بجھ گئی آنکھیں، ہمار ا یار بھی جاتا رہا

مرنے والے کو مبارک زندگانی بعد کی
چارہ گر خاموش ہے بیمار بھی جاتا رہا

آخری دیدار تیرا کر چکا دل کا مریض
غم نہیں ہے مرض کا غمخوار بھی جاتا رہا

یار کو مجھ سے شکایت ہے کہ میں زندہ رہوں
زندگی بیوہ ہوئی سنگھار بھی جاتا رہا

کھو کے پانا پا کے کھونا کیا یہی ہے زندگی
لٹ گئے ہم زندگی سے پیار بھی جاتا رہا

دیکھ ارشدؔ اک تماشہ بن گی تنہائیاں
میں ہوں گھر میں اور مرا گھر بار بھی جاتا رہا

تمہارے درد کا مارا بکھر گیا جانم
بچھڑ کے تم سے وہ دیوانہ مرگیا جانم

وہ سوز زخم کو ہنس ہنس کے جھیلنے والا
تری گلی سے گذر کر کدھر گیا جانم

وفا کے ساز پہ الفت کے گیت سُونے ہیں
وہ تیرے نام کا جوگی گذرگیا جانم

وہ لمحہ لمحہ محبت کی تشنگی لے کر
جو تیرے دل میں تھا در پر ٹھہر گیا جانم

وہ تیری زلف کے سائے اُدھار کے نکلے
سلگتی دھوپ میں بے چارہ مر گیا جانم

تمہارے ساتھ ہی ارشدؔ کی زندگی بھی گئی
وہ دل و درد و زخمِ جگر گیا جانم

اچھا ہوا کہ غم کا تماشہ نہیں کیا
ائے جانِ محبت تجھے رسوا نہیں کیا

میں نے وفا کی آگ میں خود کو جلا لیا
لیکن تری حیات سے دھوکہ نہیں کیا

تیرے لیئے نہیں تھی یہ چھاؤں ببول کی
بوڑھے شجر پہ میں نے بھروسہ نہیں کیا

جگنو کی روشنی کا میں محتاج ہو گیا
گہنایا میرا چاند اُجالا نہیں کیا

اک درد کی چادر کے سوا تن پہ نہیں کچھ
پھر بھی کبھی تقدیر سے شکوہ نہیں کیا

آنکھوں میں کہاں تاب تھی دیدارِ یار کی
یہ بھی تو سچ ہے یار نے پردہ نہیں کیا

جس چاند کی تلاش میں گھر سے نکل گیا
وہ چاند مِرے گھر میں اُتر کر پگھل گیا

آخر کو درندوں نے کیا قتل ششی کو
جلتے سلگتے دشت میں پنُوں بھی جل گیا

رادھا کا وہ پریم بھی بنسی میں کھو گیا
رانجھا بھی اپنی ہیر کے زخموں میں ڈھل گیا

جل کی سمادھی مل گئی رجنی کی خاک کو
ظالم قضا کی گود میں راجہ مچل گیا

میں زندگی کی لاش لئے در بدر گیا
دوگز زمیں نہ مل سکی آخر کو جل گیا

صدیوں کے بعد پھر وہی اک موڑ آگیا
ارشدؔ ہر امتحان سے آگے نکل گیا

تقدیر کو منانے کی کوشش بہت کیا
گھر پیار سے بسانے کی کوشش بہت کیا

آساں نہیں تھا تم کو بھلانا مِرے لئے
میں خود کو بھول جانے کی کوشش بہت کیا

کانٹے ترے رستے کے میں پلکوں سے چن لیا
منزل تری بنانے کی کوشش بہت کیا

ائے جان مِری مجھ سے خطا ہو تو بخش دے
عہدِ ازل نبھانے کی کوشش بہت کیا

اب تیرا گھر بناؤں گا خود اپنی خاک سے
ماضی میں بھی بسانے کی کوشش بہت کیا

ائے آسمان تیرے مظالم کا شکریہ
ارشدؔ کو آزمانے کی کوشش بہت کیا

حسن کی داستاں مظلوم کہانی تیری
ڈھونڈتی ہے وہی تنہائی جوانی تیری

عرش سے فرش پہ آیا ہے تصور تیرا
میری نظروں میں ہے پوشیدہ نشانی تیری

تیرے دامن سے فرشتوں کی مہک آتی ہے
تو ہے نوخیز ندی اُف او روانی تیری

میں تری روح سے اندازِ محبت سیکھا
ورنہ دنیا کی طرح ہستی ہے فانی تیری

تیری یادوں میں گذرجاتا ہے ہر دن اکثر
خواب میں آتی ہے ہر شام سہانی تیری

اپنے ارشدؔ کو تو زلفوں سے پریشان کیا
بس ڈوپٹہ سے لپٹتی ہے جوانی تیری

دل دیا جان دیا اور بتا کیا دینا
اپنے بیمار کو دارو نہیں بوسہ دینا

ساقیا خلد کی حُوریں ہیں منتظر میری
مجھ کو آنکھوں سے چھلکتا ہوا پیالہ دینا

تیرے رخسار پہ الجھی ہوئی زلفوں کی قسم
بس مرے خواب کو کھِلتا ہوا چہرہ دینا

تیرے دامن کا تقدس ہے فرشتوں کی کتاب
میرے ایماں کو ترے حسن کا صدقہ دینا

میری نیندوں میں حسیں خواب سجائے تم نے
میری بانہوں کو جوانی کا سہارا دینا

لوگ کہتے ہیں کہ ارشدؔ ہے دیوانہ تیرا
درد کی دھوپ میں دیوانے کو سایا دینا

تو اندھیرے کو روشنی دے دے
اپنے چہرے کی چاندنی دے دے

عمر بے جان سی گذرتی ہے
مسکرا کر تو زندگی دے دے

الجھے الجھے مزاجِ دنیا کو
اپنی زلفوں کی سادگی دے دے

تیری آنکھیں حیا کی پیغمبر
دل کو اندازِ دلبری دے دے

تیرا چہرہ کتاب جیسا ہے
میری نظروں کو بندگی دے دے

تیرے بیمار کی تمنا ہے
آ گلے مل کے زندگی دے دے

تیرا ارشدؔ بجھا بجھا سا ہے
اپنے ہونٹوں کی تازگی دے دے

جلتے لمحوں کی حرارت ترے جذبات میں ہے
میری قسمت کی شرارت مرے حالات میں ہے

تیری یادوں کا تقدس ہے مرے دن کی طرح
تیرے خوابوں کی شکایت مری ہر رات میں ہے

عہد رفتہ کی میں تاریخ بنا ہوں شاید!
کتنے صدیوں کے فسانے مرے لمحات میں ہے

الجھے الجھے سے سوالوں سے پریشان نہ کر
میرا پوشیدہ الم تیرے سوالات میں ہے

تھک گئی روح مری اور سفر باقی ہے
انگ انگ ٹوٹ کے بکھری ہوئی سکرات میں ہے

میری باتوں سے شکایت انہیں ہوگی ارشدؔ
نامہ بر آخری خط ہے جو ترے ہاتھ میں ہے

تیری زلفوں کی قسم کھا کے گھٹا آئی ہے
تیری سانسوں سے مہکتی ہوئی پروائی ہے

سادگی اتنی کہ مریم کی ادا یاد آئی
تو محبت ہے عبادت ہے کہ پرچھائی ہے

کوئی آئینے میں ڈھل سکتا نہیں تیرا شباب
شکر ہے تو ہی مرے دل میں اُتر آئی ہے

ایک تو ہے کہ نہیں تیرا خدائی میں جواب
ایک ہستی مری گنتی میں کہاں آئی ہے

شوخ رفتار سے فتنوں کو ہوا مت دینا
سادگی تیری قیامت کی قسم کھائی ہے

اپنے ارشدؔ کی محبت کا بھرم رکھ لینا
نام بھی میرا ترے نام کی رسوائی ہے

یہ سفر سانس کا ٹل جائے گا روتے کیوں ہو
دل کھلونوں سے بہل جائے گا روتے کیوں ہو

اپنے رشتوں کی اذیت کو نہ محسوس کرو
وقت نمرود ہے جل جائے گا روتے کیوں ہو

خاک پھر خاک ہے خاکی کی حقیقت کیا ہے؟
روح کا ملک بدل جائے گا روتے کیوں ہو

تم نے ہر ایک کی عزت کا بھرم رکھا ہے
درد اشکوں میں پگھل جائے گا روتے کیوں ہو

ظلم کو ظلم نہیں صبر کا زیور سمجھو !
ظلم مٹ جائے گا جل جائے گا روتے کیوں ہو

غمِ ارشدؔ کو تسلی تو بہت دیتے ہو
صبر سے دل بھی بہل جائے گا روتے کیوں ہو

زندگی ایک ندی کی طرح بہتی ہوگی
جانے کیا راز کناروں سے وہ کہتی ہوگی

خاکداں میں تجھے بسنا ہے مری جان مگر
اپنے دامن کو بچا ورنہ تو میلی ہوگی

تجھ کو سنسار کے رشتوں نے ستایا ہوگا
تیرے اپنوں میں بھی شاید تو اکیلی ہوگی

سر سے آنچل نہ کبھی تیرا ڈھلکنے پائے
ورنہ کس طرح تو حوروں کی سہیلی ہوگی

میں نے اخلاق و بصیرت کا سبق تجھ کو دیا
تیری صورت پہ مری جاں کی تجلی ہوگی

میں نے مانا کہ یہ دنیا بھی ہے دھوکہ ارشدؔ
بس گذرنے دو یہاں جیسی گذرتی ہوگی

آ میرے تصور میں غزل بن کے چلی آ
صدیوں سے منتظر ہے مرے دل کی گلی آ

پھر یاد تری خواب ترے، نیند کے جھونکے
دیوانگی آخر مرے اشکوں میں ڈھلی آ

وعدۂ ازل بھول کے جینا محال ہے
تو وقت سے آزاد ہوئی ہے تو چلی آ

اپنوں کی محبت میں ہی برباد ہوا ہوں
دنیا کی محبت سے تو بہتر ہے بھلی آ

خوشبو ترے تن من کی فضاؤں میں اُڑی ہے
پیغام تو پہنچا ترا اب تو بھی چلی آ

ارشدؔ کی محبت کو نظر لگ گئی شاید
اب میرے لئے تنگ ہے دنیا کی گلی آ

اے جانِ غزل دیکھ مجھے میری وفا دیکھ
فریاد ہے آنکھوں میں لبوں پر ہے دعا دیکھ

جینے کے لئے اور بھی اسباب بہت ہیں
لیکن ترے بغیر تو جینا ہے سزا دیکھ

میں ان کے انتظار کو ایماں بنالیا
حالت مری پوشیدہ نہیں تجھ سے خدا دیکھ

دیدار ہی دوا ہے مریض فراق کی
کیا حال ہے بیمار کا اچھا یا برا دیکھ

وہ آتے ہیں آجائیں گے بس انتظار کر
یا جھوٹی تسلی سے بنے دل کی ادا دیکھ

ارشدؔ میں اپنے آپکو اب کیسے مناؤں
میں دل سے خفا اور ہے دل مجھ سے خفا دیکھ

مل گئی آنکھیں محبت کی ادا اچھی لگی
مسکرا کر جھک گئی آنکھیں حیا اچھی لگی

سرخ چہرہ زلف بکھری چاند بھی شرما گیا
میرے شعروں میں ڈھلی جان وفا اچھی لگی

تیرے لب کے جام میری تشنگی سے مل گئے
میں ہوا مخمور پینے کی سزا اچھی لگی

تو مری ویران دنیا کو بسانے آگئی !
تیری چوڑی تیری پائل کی صدا اچھی لگی

آخری ہچکی تری آغوش میں آنے لگی
میں تیری بانہوں میں تھا مجھ کو قضا اچھی لگی

درد کے احساس سے ہوتی ہے ارشدؔ شاعری
میرے شعروں کو تری کافر ادا اچھی لگی

دل لگی دل کی لگی سے زندگی ہونے لگی
پیار اُن سے ہوگیا تو شاعری ہونے لگی

دور کچھ احساس کے جگنو چمک اُٹھنے لگے
مری دنیا تھی اندھیری روشنی ہونے لگی

اُن کی آنکھوں نے مِری آنکھوں سے جانے کیا کہا
روح کو راحت ملی پیغمبری ہونے لگی

وہ تری سانسوں کی خوشبو کا سکوں محفوظ ہے
درد کا احساس گہرا تھا کمی ہونے لگی

آ بھی جاؤ بجھ رہے ہیں سونی آنکھوں کے دیئے
زندگانی ہم سے اُلجھی بے رخی ہونے لگی

ہائے ارشدؔ آسماں نے ایسے توڑے ہیں ستم
میرے ہی سائے کو مجھ سے دشمنی ہونے لگی

تیری آنکھوں میں یہ مجبور شکایت کیوں ہے
تشنگی درد جلن خود سے ہی نفرت کیوں ہے

زندگی ہم نے بھی پائی مگر بے معنیٰ!
تم بھی زندہ ہو مگر خود سے بغاوت کیوں ہے

تم نے دیکھا ہی نہیں اپنے زمانے کا مزاج
جلتے رشتوں کو نبھانے کی ضرورت کیوں ہے

درد اچھا ہے وفا اچھی حیا بھی اچھی
سایا قاتل ہے تو قاتل سے محبت کیوں ہے

میری تقدیر بھی الجھی تری زلفوں کی طرح
تم بھی الجھے ہو غلط وقت سے چاہت کیوں ہے

وہ کسی موڑ پہ مل جائیں تو پوچھوں گا ضرور
تم کو ارشدؔ سے ابھی تک یہ شکایت کیوں ہے

میری آنکھوں کو روشنی دے دے
مرنے والے کو زندگی دے دے

پھول جیسا شباب ہے تیرا
میری راتوں کو تازگی دے دے

میری تنہائیاں ہیں ویرانہ
آ مرے گھر کو چاندنی دے دے

تو نے آنکھوں سے مجھ کو مارا ہے
اپنے ہونٹوں سے زندگی دے دے

سرد راتوں کی سرد آہیں سن
لے کے آغوش میں خوشی دے دے

دیکھ ارشؔد کی عبادت تو ہے
تو خدا ہے مجھے خودی دے دے

اپنے بیمار غم کو دیکھ ذرا
مجھ پہ ٹوٹے ستم کو دیکھ ذرا

کس خطا کی سزا میں زندہ ہوں
میرے رنج و الم کو دیکھ ذرا

آخری وقت ہے مسیحا آ
کب نکلتا ہے دم کو دیکھ ذرا

اپنے آنچل کی ٹھنڈی چھاؤں میں
ہم کو مرنے دے ہم کو دیکھ ذرا

کتنی صدیوں نے مجھ کو مارا ہے
میرے پھوٹے کرم کو دیکھ ذرا

دے دعائیں نہ اپنے ارشؔد کو
دل کے اُجڑے حرم کو دیکھ ذرا

زندگی درد بن گئی شاید
ہم سے روٹھی ہے ہر خوشی شاید

کتنی رنجیدہ مِری تنہائی
ہوگئی تنگ زندگی شاید

دل میں یادیں تری سسکتی ہیں
تو بھی آنسو میں بہہ گئی شاید

تیرے رخ پر یہ پریشاں زلفیں
تیری حالت بیاں ہوئی شاید

پھول مہکے نہ پھر بہار آئی
دل کی بستی اُجڑ گئی شاید

تیرا چہرہ اُداس ہے ارشدؔ
تجھ کو چاہت نہیں ملی شاید

تجھ پہ رشتوں نے بڑا ظلم کیا وار کیا
مجھ کو مجبوریٔ حالات نے سنگسار کیا

خود غرض دور میں یہ کیسی سزا ہے یارب
سوگئے آدمی شیطان کو بیدار کیا

اۓ مری جان تو حالات سے مایوس نہ ہو
میں نے چاہا ہے تجھے میں نے تجھے پیار کیا

دل کے گلزار سے غائب ہے وفا کی خوشبو
جسم فربہ ہے مگر جان کو بیمار کیا

اۓ مسیحا اۓ محبت کے پیمبر آجا
وقت انسان کو احساس سے بیزار کیا

خون انسان کا ارزاں ہے بہت ہی ارشدؔ
ہاۓ شیطان کو انساں نے شرمسار کیا

کتنی صدیوں سے ڈھونڈتا ہوں تجھے
یاد کرتا ہوں بھولتا ہوں تجھے

ریت پر نام ترا لکھتا ہوں
ذرّے ذرّے میں دیکھتا ہوں تجھے

دل کا آئینہ چور چو ر ہوا
بے خبر تو ہے جانتا ہوں تجھے

لوگ مانیں خد ا کو بن دیکھے
تجھ کو دیکھا ہے مانتا ہوں تجھے

تو مرے نام سے تو واقف ہے
شکر ہے یاد آ گیا ہوں تجھے

گو جہاں میں بچھڑ گیا ارشدؔ
میں ازل میں ہی پا چکا ہوں تجھے

تیرے خیال کو میں خیال خدا کہوں
جاناں تجھے دلدار کہوں دلربا کہوں

جلوئے کمال حسن کے بکھرے ہیں ہر طرف
سجدہ اگر کروں تو کہاں اور کیا کروں

جنت ترے آنچل کے تصور کا نام ہے
کہتے ہیں قیامت جسے تیری ادا کہوں

میرا وجود تیری نظر کا کمال ہے
میں زندگی کو تیرے کرم کا صلہ کہوں

آجا کہ انتظار کی قسمت سنواردے
تنہائیوں کو تیرا کرم یا سزا کہوں

ارشدؔ کی شاعری کا ہے حاصل ترا خیال
میں اپنے فن کی لاج کو تیری عطا کہوں

گردش ایام سے رشتوں کا اندازہ ہوا
اک تماشہ تم نے دیکھا ہے مرا دیکھا ہوا

اے مری جاں تو نے اس دنیا کو سمجھا ہی نہیں
اک منافق کا تبسم زہر میں ڈوبا ہوا

کل تو کل ہے آج بھی کل میں بدلتا جائے ہے
ہونی انہونی کی قسمت سے تجھے شکوہ ہوا

تیرے چہرے تیری زلفوں کی اداسی کی قسم
بھولی بھالی تیری فطرت پہ مجھے صدمہ ہوا

نا اُمیدی آجکل بہتر ہے ہر اُمید سے
جو تِرا بھائی تھا وہ شیطان کا بیٹا ہوا

ہر ریا کاری کو ارشدؔ دیکھ کر خاموش ہے
زندگی جیسی بھی گذری کٹ گئی اچھا ہو

زندگی کو جی کے بولو زندگی کیسی لگی
خود کو زندہ دیکھ کر کہنا نہیں اچھی لگی

خونِ انساں کس قدر ارزاں ہوا ہے دیکھنا
تنگ ہوں میں زندگی سے خودکشی جیسی لگی

میں تری آنکھوں میں بھیگی داستانیں پڑھ چکا
خوف کے سائے میں جینے کی ادا جھوٹی لگی

زندگی کو میں نے دیکھا مجھ سے وہ بیزار ہے
سارے رشتے ہیں پرائے تو مگر بیٹی لگی

ہم سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا میں ہیں انسان ہیں
ایک دھوکہ اک تسلی ہے مگر میٹھی لگی

ہائے ارشدؔ ہم سے شرمندہ ہوئی انسانیت
اب نہیں پوچھیں گے ہم جلتی cd کیسی لگی

آج کل مایوسیوں نے گھیر رکھا ہے تمہیں
پتھروں میں دل نہیں ہوتے یہ شکوہ ہے تمہیں

ایک بھی انسان گر مل جائے تو قسمت سمجھ
کون ہے اپنا یہاں پھر کس کا صدمہ ہے تمہیں

مسکرا کر آئینہ دیکھا تو وہ دشمن ہوا
کون ہے وہ پیار سے انسان سمجھا ہے تمہیں

چار دن کی زندگی سے کسقدر بیزار ہو
جسم گر بیمار ہے تو جاں سے جینا ہے تمھیں

میری آنکھیں دیکھ کر غمگین کیوں ہوتے ہو تم
مرے چہرے کی لکیروں کو بھی پڑھنا ہے تمہیں

میں نے ارشدؔ خود کو لکھ کر بن گیا ہوں مشتہر
تم مِری جانِ c d ہو اور لکھنا ہے تمہیں

میرے غم کو بہکے وعدوں کی تسلی دے گئے
وہ مریض عشق کو جھوٹی تسلی دے گئے

کر گئے آنے کا وعدہ وہ مگر آئے نہیں
اپنے دیوانے کو وہ میٹھی تسلی دے گئے

اُن کی زلفیں میرے خوابوں پر پریشاں ہو گئیں
وہ مری تقدیر کو اچھی تسلی دے گئے

منتظر ہوں کتنی صدیوں سے مگر مشتاق ہوں
حشر میں ملنے کے وعدے کی تسلی دے گئے

جب بھی میں نے چاند کو دیکھا وہ یاد آنے لگے
ڈوبتے سورج کو وہ کیسی تسلی دے گئے

بعد مدت کے وہ ارشدؔ سے گلے ملنے لگے
پیار سے مارا مجھے پیاری تسلی دے گئے

آنکھ سے مارا مجھے ہونٹوں سے پھر زندہ کیا
گرم بانہوں کا سہارا دے کے معجزہ کیا

اُن کی زلفیں اُنکا چہرہ اُن کے گالوں کی حیا
میری تنہائی سے مل کر اک حسیں سودا کیا

عمر بھر کا اک سفر طئے کر کے ملنے آگئی
جانِ جاں مجھ میں ڈھلی عہدِ ازل پورا کیا

میری تنہائی تری انگڑائی سے مل کر گلے
دل بہت مسرور تھا جذبات نے شکوہ کیا

میرا گھر دیوار و در سب حسن سے آباد تھے
تم کو جانا تھا گئے تم ' پھر مجھے تنہا کیا

وصل کی تنہائیوں کا لمحہ لمحہ یاد ہے
خواب وشب خاموش ہے ارشدؔ نے ایسا کیا کیا

درد انگڑائی لیا جذبات کے طوفان میں
بے خبر تو نے لگائی آگ میری جان میں

ان کے دیوانے نے سودا کرلیا تھا ہجر سے
آگئے وہ پھر سجی دنیا مرے ارمان میں

تیرا سایہ تیرا آنچل تیری بانہوں کی تپش
ڈھل چکی مجھ میں تو جاں آنے لگی ہے جان میں

جسم کی دنیا کو دنیا نے بہت لوٹا مگر
دل تو ہے زندہ تمہارے حسن کے احسان میں

تیرے ہونٹوں کا تبسم ہے شفاء میرے لئے
تیری یادیں اب بھی رقصاں ہے دلِ ویران میں

تیرے لب، رخسار، زلفیں آ رہی ہیں خواب میں
تو ہی ارشدؔ کی غزل ہے عشق کے دیوان میں

ترے وصال کے لمحات بھولتے ہی نہیں
جو ساتھ گذرے وہ دن رات بھولتے ہی نہیں

تمہاری زلف کی چھاؤں میں نیند آئی تھی
حسین خواب و خیالات بھولتے ہی نہیں

ہم اپنے حال سے مجبور' لاجواب ہوئے
تری نظر کے سوالات بھولتے ہی نہیں

ہمارا وقت بھی ہم کو پرایا لگتا ہے
کنواری عمر کے جذبات بھولتے ہی نہیں

تمہاری آنکھ سے پینے کی آرزو نہ گئی
تمہارے حسن کی خیرات بھولتے ہی نہیں

تمہیں گلہ ہے کہ ارشدؔ وفا نہ کر پائے
ہمیں بھی ڈوبتے حالات بھولتے ہی نہیں

حسن کی چھاؤں میں زلفوں کا مزہ لیتے ہیں
تیری آغوش میں جنت کو بسا لیتے ہیں

تیری انگڑائی سے قسمت کا بھرم ٹوٹ گیا
شوخ نظروں سے ہر اک کام بنا لیتے ہیں

تیرے دیدار سے ہوتا ہے فرشتوں کا وضو
سرمئی آنکھ سے بیمار شفاء لیتے ہیں

اپنے مجرم کو جدائی کی سزا مت دینا
تم اگر چاہو تو ہر ناز اُٹھا لیتے ہیں

ہم نے دیکھی ہے محبت میں جدائی کی سزا
دل میں آجاؤ تو آنکھوں پہ بٹھا لیتے ہیں

اپنے ارشدؔ کی تمناؤں کو مایوس نہ کر
گر اجازت ہو تو پائل کی جگہ لیتے ہیں

میں نے کوئی بہانہ بنایا نہیں صنم
مجبور تھا میں لوٹ کے آیا نہیں صنم

نمرود کی خدائی میں چاہت بھی جرم ہے
میں خود جلا کسی کو جلایا نہیں صنم

کہتے ہیں جسکو زندگی اک امتحان ہے
لایا گیا ہوں میں یہاں آیا نہیں صنم

صدیوں سے مسافر رہا تیری تلاش میں
ہر موڑ پہ ڈھونڈا تجھے پایا نہیں صنم

رسوائیوں کے خوف سے پردہ نہ کیا کر
ہونٹوں پہ ترا نام بھی لایا نہیں صنم

ارشدؔ کا گھر تو ساری بلاؤں میں گھر گیا
افسوس تم نے گھر کو بسایا نہیں صنم

جسموں سے جدا ہوں گے تو جانوں میں ملیں گے
جانوں سے بچھڑ جائیں تو یادوں میں ملیں گے

ہم وقت کے سینے میں امانت کی طرح ہیں
مٹ جائیں گے ہستی سے فسانوں میں ملیں گے

واللہ کیسا دور ہے سوچا بھی نہیں تھا
شیطان بھی انسان کے رشتوں میں ملیں گے

آزادِ عناصر ہیں فنا ہو نہیں سکتے
ڈھونڈو ہمیں مظلوم کی آہوں میں ملیں گے

سنتے ہیں محبت کی فضا ہو گئی ناپاک
بے باک حسن، عشق فریبوں میں ملیں گے

ارشدؔ تو ہے انسان تو خوبی پہ نظر رکھ
عیب و ہنر تمام مزاجوں میں ملیں گے

اُن کے بغیر زندگی جینا محال ہے
یہ جان مرے یار کا حُسنِ کمال ہے

یادوں کے فرشتے تو مرے دل میں بسے ہیں
سانسوں کی الجھنوں کو بھی تیرا خیال ہے

یہ تیری سادگی تو ہے کافر ادا نہیں
ایماں ترے حسین نظر کا جمال ہے

دیدار یار کیا ہے نگاہو ں کی عبادت
جنت ترے حسین اداؤں کا حال ہے

مانا ہزا ر فتنے ہیں تیرے شباب میں
تو جان کا جواب ہے تن کا سوال ہے

ڈھل جا زرا سنبھل کے تو ارشدؔ کی cd میں
رفتار میں شوخی ہے قیامت کی چال ہے

سفر صدیوں کا میں نے طئے کیا تجھ کو نہیں پایا
تو مجھ میں ہی چھپا تھا اے خدا تجھ کو نہیں پایا

زمانے کی رواجوں میں محبت کھوگئی جاناں
بہت ڈھونڈا مگر جانِ وفا تجھ کو نہیں پایا

مرے ہونے پہ میرے اپنے مجھ سے ہوگئے برہم
بڑا منحوس تھا اچھا ہوا تجھ کو نہیں پایا

یہ تیری آنکھ تشنہ ہے یا میری روح پیاسی ہے
رہا آپس میں یہ شکوہ گلہ تجھ کو نہیں پایا

یہ میری آرزو تھی تجھ کو پا کر بس گیا ہوتا
مقدر کو نہیں منظور تھا تجھ کو نہیں پایا

اے ارشدؔ زندگی کو زندگی کے نام پر جی لے
یہاں رہنے دے یہ شکوہ گلہ تجھ کو نہیں پایا

دیارِ غیر میں تم کو بسانے کون آیا تھا
جوانی کے جنازے کو اُٹھانے کون آیا تھا

ترے احباب کو شکوہ رہا تجھ سے بہت لیکن
تری میت پہ یہ آنسو بہانے کون آیا تھا

خدائی تُو امانت ہے تجھے سمجھا نہیں کوئی
تری تقدیر کا سودا کرانے کون آیا تھا

ترا سایہ تھا شاید وہ تِرا دشمن بنا ہوگا
تری تربت پہ یہ چادر چڑھانے کون آیا تھا

مجھے محبوب ہے رنج و الم مجھ کو بتادے تو
تری دنیا کو ویرانہ بنانے کو ن آیا تھا

نہیں جرأت قلم میں کہ میں تیری داستاں لکھوں
بتادے تو تجھے سولی چڑھانے کون آیا تھا

بڑا مظلوم ہے ارشدؔ بتادے ظلم سہہ لے گا
ترے گھر تیری ہستی کو مٹانے کون آیا تھا

تو بے قصور تھا ترا شکوہ نہ کرسکے
جھوٹی وفا سے پیار کا سودا نہ کرسکے

یاروں نے غمِ دل کا تماشہ بنا دیا
اک ہم تمہارے نام کو رسوا نہ کرسکے

ہم نے کتابِ دل کو چھپایا ہے درد میں
لیکن تمہاری آنکھ سے پردہ نہ کرسکے

آئینہ اُن کے عکس کا پیغام دے گیا
ہم بھی نظر ملا کے اشارہ نہ کرسکے

اُنکا شباب میرے تصور کی جان ہے
پوری غزل میں یار کا چرچا نہ کرسکے

وہ وعدۂ ماضی کے خیالوں میں بسے ہیں
ارشدؔ کے تصور کو وہ تنہا نہ کرسکے

کوئی اجنبی ہے صدا دے رہا ہے
مجھے زندگی کی دعا دے رہا ہے

وفا کی تمنا کرے کون کس سے
مجھے میرا سایہ دغا دے رہا ہے

تری سادگی کا تماشہ بنا ہے
زمانہ وفا کا صلہ دے رہا ہے

میں تنہائیوں سے بہلنے لگا ہوں
مجھے حسن تیرا دعا دے رہا ہے

چلو دور چلتے ہیں بستی سے دلبر
ہمیں اک فرشتہ صدا دے رہا ہے

بہت لوگ ارشدؔ سے جلنے لگے ہیں
مجھے تیرا صدقہ خدا دے رہا ہے

درد کے پھول کھلے ہیں تمہیں احساس نہیں
زخم روحوں میں ڈھلے ہیں تمہیں احساس نہیں

اس زمانے کی شکایت کا تماشہ نہ کرو
لوگ پتھر کے بنے ہیں تمہیں احساس نہیں

ہم تو بے جان سے سائے کی طرح جیتے ہیں
تھک کے ہم ہار چکے ہیں تمہیں احساس نہیں

مرے گھر میں ہی مرے ساتھ ہے آسیب کوئی
دونوں ہم ساتھ چلے ہیں تمہیں احساس نہیں

سچ ہے صدیوں سے رہا ہوں میں وفا کا مجرم
مجھ پہ کیا ظلم ہوئے ہیں تمہیں احساس نہیں

ہم کو معلوم ہے ارشدؔ ترے جذبوں کی جلن
غم تبسم میں چھپے ہیں تمہیں احساس نہیں

کل خواب میں تیرے ہونٹوں کے رنگین پیالے آئے تھے
زلفوں کی مہکتی چھاؤں میں چہرے کے اُجالے آئے تھے

صدیوں کا سفر تھا طئے کر کے آئے تھے ہماری بستی میں
مہندی بھی رچی تھی ہاتھوں میں تو پاؤں میں چھالے آئے تھے

بچپن کو جوانی آئی تھی دیکھا ہے تری انگڑائی میں
وہ شوخ ادا وہ چنچل پن انداز نرالے آئے تھے

ہاں آئے ہیں وہ آئیں گے وہ کل بھی ملے تھے کھیتوں میں
ساون کے سنہرے آنچل کو سینے پہ سنبھالے آئے تھے

وہ ایک کرشمہ تھا ارشدؔ آنکھیں بھی ملی معلوم ہوا
وہ دل کو چرانے آئے تھے ہم رنگ اُڑا لے آئے تھے

تنہائیوں کا جشن منانے کے لئے آ
ویران جوانی کو بسانے کے لئے آ

رخسار لب و زلف کی باتیں ہیں خواب کی
اِس خواب کو تعبیر بنانے کے لئے آ

بانہوں کے ہار لب کے پیالے لئے ہوئے
تنہائی کے موسم کو سجانے کے لئے آ

میرے در و دیوار مرا گھر ہے منتظر
اب تو چراغِ حسن جلانے کے لئے آ

تجھ پر بہار آئی ہے حسنِ شباب کی
موسم بہت حسیں ہے لٹانے کے لئے آ

پابندیوں کو توڑ کے رسم و رواج کی
ارشدؔ سے کیا وعدہ نبھانے کے لئے آ

کیا تم کو ملاقات کا احساس نہیں ہے
معصوم سے جذبات کا احساس نہیں ہے

یوں ہی گذر نہ جائیں بہاریں شباب کی
تنہا حسین رات کا احساس نہیں ہے

ہونٹوں پہ شکایت ہے محبت کہاں گئی
مجبوریٔ حالات کا احساس نہیں ہے

مانا تمہیں غرور ہے حسنِ شباب پر
لیکن ہماری ذات کا احساس نہیں ہے

وہ روز و شب کے راز و تنہائی کا انجام
تم کو کسی بھی بات کا احساس نہیں ہے

ارشدؔ نے آج توڑ دیا کاسۂ دل کو
شاید تمہیں حالات کا احساس نہیں ہے

ڈھلنے لگا شباب ترے انتظار میں
کس سادگی سے مارا محبت میں پیار میں

میرا جنون مجھ کو سنبھلنے نہیں دیتا
بہکے نہ کہیں تیری جوانی خمار میں

منحوس عمر کاٹ کے جاؤں گا جہاں سے
گھر بھی اُجڑ گیا مِرا اُجڑی بہار میں

پوچھا نہ کسی نے میری آوارگی کا راز
دیوانہ لٹ چکا ہے وفا کے دیار میں

بے وقت مانگتے نہیں خیرات حسن کی
مصروف ہیں ابھی تو وہ سولہ سنگار میں

روٹی کے عوض بک گیا ارشدؔ ترا بچپن
بیتی تمام عمر سزائے اُدھار میں

جاتے ہو تو آنے کا ارادہ تو کرو تم
جھوٹا سہی دیوانے سے وعدہ تو کرو تم

ویسے بھی محبت کے تقاضے بدل گئے
میری وفا کا شہر میں شکوہ تو کرو تم

ہم حسن جفا ساز کو کافر نہ کہیں گے
اپنے مریض عشق کو اچھا تو کرو تم

تم شمعِ محفل ہو فروزاں ہی رہو تم
پہلے ہمارے دل میں اندھیرا تو کرو تم

اچھا ہے غنیمت ہے میں دیوانہ ہو گیا
دیوانگی پہ حسن کا سایا تو کرو تم

ارشدؔ نے حال دل تو بیاں کر دیا مگر
لیکن ہمارے حال سے پردہ تو کرو تم

اچھا ہے دل کے ساتھ لحاظِ وفا رہے
فرقت میں تِری یاد کا سایا بنا رہے

تم نے تو اپنے حسن کو محفوظ کر لیا
رہنے دو میرا پیار بلا میں گھرا رہے

وعدہ وفا نہ کر سکے شکوہ نہیں مجھے
ملنے کی تمنا کا بھرم تو بنا رہے

رسوا نہ کرو مجھ کو رقیبوں کی بزم میں
ہونٹوں پہ مِرے نام کے بدلے دعا رہے

جھوٹی قسم نہ کھاؤ تم اپنے شباب کی
کر لوں گا میں یقین نظر میں حیا رہے

ارشدؔ تمہارے عشق میں بدنام ہو گیا
لیکن تمہارے حسن کا دامن بچا رہے

حسینوں میں ناز و اداؤں میں دیکھو
جہاں کے مجازی خداؤں میں دیکھو

ہوس کو محبت سمجھنے لگے ہیں
یقیں کے لئے اُن کی آنکھوں میں دیکھو

مری جان تم میں بہت سادگی ہے
مروت ہے کیا اپنے رشتوں میں دیکھو

یہ حسنِ جوانی کے جذبے ہیں دھوکے
کبھی گل کو مغرور کانٹوں میں دیکھو

محبت خدا کی طرح پاک نعمت
اسے تم فقیروں کے کاسوں میں دیکھو

بہت دے چکے امتحاں زندگی کے
ائے ارشدؔ وفا کو کتابوں میں دیکھو

تو نے وعدہ کیا آیا نہ بلایا مجھ کو
اپنی نظروں سے بہت دور بسایا مجھ کو

تیری زلفوں کی طرح نیند پریشان ہوئی
دل میں سویا تھا کہ خوابوں میں جگایا مجھ کو

مہرباں ہوگئی غیروں پہ محبت اسکی
ایک کم بخت نے صدیوں سے رلایا مجھ کو

مسکراتی ہوئی تصویر دکھا کر اپنی
کاغذی رنگ میں سائے سے ملایا مجھ کو

دل کو رہتا ہے تری مست نگاہی کا گلہ
اپنی قسمت نے کیا تجھ سے پرایا مجھ کو

آتی جاتی ہوئی سانسوں کی طرح آئے گئے
غم کا افسانہ تھا ارشدؔ نے سنایا مجھ کو

غمِ زندگانی کو دیکھو تو جانو
مجھے میرے ماضی میں ڈھونڈو تو جانو

کہ صدیوں سے ہوں ایک سائے کی مانند
کبھی تم گلے سے لگا لو جانو

محبت کا معنیٰ تو تم بھی نہ سمجھے
ذرا میری آنکھوں میں جھانکو تو جانو

کبھی دردِ دل کو فسانہ نہ سمجھو
مرا حال آنکھوں سے دیکھو تو جانو

شمع اور پروانہ عبرت ہے عبرت
کبھی میری تربت پہ آؤ تو جانو

یہ ارشدؔ دیوانہ ابھی منتظر ہے
یہ مٹی کفن سے ہٹاؤ تو جانو

اک امتحان ہم سے وفا کا لیا گیا
دل اُن سے ہم نے مانگا تو پتھر دیا گیا

حسنِ بہار شوخ نگاہوں کا تبسم
دھوکا یا خواب تھا میں بہکتا چلا گیا

آیا تھا مسافر کی طرح تیرے شہر میں
دل جان جگر لٹ گئے وہ لوٹتا گیا

کم بخت جوانی کے بڑے شوخ ولولے
آنکھوں میں اُن کے ڈھل گئے میں ڈوبتا گیا

زلفوں کے پیچ وخم میں گرفتار ہوا دل
بانہوں میں اُن کی جسم پگھلتا ہوا گیا

اُن کی نگاہیں خواب کی تعبیر بن گئیں
ارشدؔ تو بن پیئے بھی بہکتا چلا گیا

آجاؤ آج پیار کا موسم اُدھار لیں
جلتے ہوئے جذبات کی قسمت سنوار لیں

میری نظر میں حسن ترا بے قصور ہے
دنیا تو اک فریب ہے آ خود سے ہار لیں

مظلومیت کی آہ سے اچھی ہے بغاوت
لڑ کر وفا کو جیت لیں دل کا قرار لیں

دیکھا ہے زندگی کو بہت ہی قریب سے
اس زندگی سے کچھ نہیں دل دے کے پیار لیں

ارشؔد جوانی کیا ہے کہ فتنہ فریب ہے
آؤ بہارِ حسن کا صدقہ اُتار لیں

ہم وقت سے بے وقت ہیں شکوہ نہ کرو تم
جاناں ہمارے نام کو رسوا نہ کرو تم

اک دل تھا مِرے پاس وہی تم کو دے دیا
تم جان ہو میں تن ہوں کہ تنہا نہ کرو تم

لوگوں کو کئی روپ بدلتے ہوئے دیکھا
دنیا کا رنگ دیکھ کے بدلا نہ کرو تم

دل کوئی کھلونا نہیں نعمت ہے خدا کی
زلفوں کی طرح دل سے تو کھیلا نہ کرو تم

اچھا ہے دل کے ساتھ وفا کا بھرم رہے
نادان تمناؤں سے دھوکہ نہ کرو تم

عظمت تری اس دل کی حفاظت میں ہے ارشؔد
دنیا کے ساتھ پیار کا سودا نہ کرو تم

ہمارے بعد بھی ہم سا کہاں ملے گا تمہیں
یہ پتھروں میں فرشتہ کہاں ملے گا تمہیں

ہوس پرست نظر میں حیا کی قیمت کیا
اندھیری رات میں سایا کہاں ملے گا تمہیں

بچایا دل کو تمنا نے ہم کو لوٹ لیا
دیارِ غیر میں اپنا کہاں ملے گا تمہیں

مرے جنوں کا تماشہ ضرور دیکھو تم
غمِ وفا کا دیوانہ کہاں ملے گا تمہیں

ہمارے تن کی یہ چادر بھی تار تار ہوئی
میں سوچتا ہوں سراپا کہاں ملے گا تمہیں

کسی کی آنکھ میں ارشدؔ جگہ بنالو تم
غمِ حیات کا کعبہ کہاں ملے گا تمہیں

ہماری آنکھ میں محبوب کا ٹھکانہ تھا
بدن سے دور محبت کا آشیانہ تھا

تمام عمر فقط انتظار میں گذری
نہ آسکے تو مِری موت بن کے آنا تھا

میں خود کو خود سے چھپانے میں ہوگیا ناکام
میں سب پہ فاش ہوا دل مرا دیوانہ تھا

وہ جن کی کی یاد میں آئی تھی آخری ہچکی
وہ آنے والے تھے میت نہیں اُٹھانا تھا

وفا کے خواب نگاہوں میں گنہگار ہوئے
دلوں کا درد بھی اک سوز کا فسانہ تھا

وہ پتھروں کو دھڑکنا سکھانے آیا تھا
سنا ہے کہتے ہیں ارشدؔ بڑا دیوانہ تھا

حسین ہے جوان ہے نظر تو ہے حیا نہیں
جفا تو ہے وفا نہیں زبان ہے خدا نہیں

کریں گے کوئی آرزو نہ ہی کسی کی جستجو
گلہ ہے خود کے ہونے کا مگر ترا گلہ نہیں

یہ کیسا دور آ گیا ہر اک مزاج مرض ہے
یہ جگ تو ہسپتال ہے دوا تو ہے شفا نہیں

یہ آدمی کی خاک میں چھپی قیامتیں بھی ہیں
رحم نہیں کرم نہیں دعا نہیں وفا نہیں

نظر ملی کدھر ملی دلوں میں آئے فاصلے
گلی گلی وبا چلی کہ روگ یہ نیا نہیں

سفر تمام ہوگیا چلو اۓ ارشدؔ ا چلیں
نہ عمر ہے نہ وقت ہے مریض ہے دوا نہیں

کبھی دل کی بستی بسانے کو آؤ
وفا سے نگاہیں ملانے کو آؤ

یہاں درویاں او ر مجبوریاں ہیں
کہ رسمی محبت جتانے کو آؤ

کئی بار ہم سے گلے مل چکے ہو
کبھی دل سے دل کو ملانے کو آؤ

یہ سرحد یہ جھوٹی لکیریں نہ کھینچو
غلط فاصلے ہیں مٹانے کو آؤ

یہ کافر اداؤں کو ہم جانتے ہیں
چلو پھر بہانے بنانے کو آؤ

اۓ ارشدؔ زمانے کی رفتار دیکھو
مرے ساتھ رسمیں نبھانے کو آؤ

دل کو لگا کے جرم کیا زخم کھا گئے
وہ کیا گئے فراق میں جلنا سکھا گئے

کہتے ہیں مجھے لوگ میں سورج ہوں وقت کا
لیکن اندھیرے میرے مقدر میں آ گئے

صدیوں کے فاصلے تھے مٹانا محال تھا
ڈھل کر وہ میری یاد میں جاں میں سما گئے

ان کا خیال اُن کی تمنا ہے کیا؟ حیات
وہ چاند کے آئینے میں چہرہ دکھا گئے

جو بات انتظار میں ہے پیار میں نہیں
وہ میری محبت کو عبادت بنا گئے

ہم وقت کی تاریخ میں محفوظ رہیں گے
ارشدؔ کے نام کو وہ کرشمہ بنا گئے

مٹی سے نکل جان مری زندگی میں جی
سانسوں میں مہکتی ہوئی پیغمبری میں جی

دنیا تو ایک خواب ہے تعبیر کو سمجھ
گر تو سراپا غم ہے تو میری خوشی میں جی

جینے کی تمنا میں بہت لوگ مر گئے
الہامِ وفا بن یا خدا کی وحی میں جی

اک درد ترا دل کی امانت ہے ازل سے
معصوم فرشتہ ہے تو پاکیزگی میں جی

حسنِ بہار حسنِ عبادت ہے تری یاد
میرا خیال بن مری دیوانگی میں جی

ارشدؔ کا نام تیری دعا سے رہے زندہ
تو میرا تصور ہے مِری شاعری میں جی

حسنِ خیالِ یار کو ایمان سمجھ لے
اُن کی حسین یاد کو قرآن سمجھ لے

دیدارِ حسنِ یار ہے عاشق کی عبادت
حسنِ نگاہ شوق کو احسان سمجھ لے

اُن کی نگاہ ناز کا انداز کیا کہوں
اُنکو مری جوانی کا ارمان سمجھ لے

اُنکا خیال کیا ہے کہ سرما یہء حیا
اُن کی ادا کو جسم نہیں جان سمجھ لے

ناز و ادا، اشارہ کنایہ و تبسم
بس کیا ہے کہ نجات کا سامان سمجھ لے

ارشدؔ کی شاعری میں ہے جذبات کے جلوے
محبوب کے ارمان کو دیوان سمجھ لے

یہ کفر سہی کفر کو پوجا کریں گے ہم
ہر لمحہ ترے حسن کو سجدہ کریں گے ہم

قائم ہو قیامت تو یہ دیوانے کو کیا غم
مستوں کی طرح آپکو دیکھا کریں گے ہم

پوچھو نہ اُن کے ناز اداؤں کے کرشمے
وہ بے نقاب ہونگے تو پردہ کریں گے ہم

اُن کے حسیں شباب کے جلوے cd بنے
بانہوں میں وہ آجائیں تو پھر کیا کریں گے ہم

یاد آرہے ہیں ہم کو محبت کے شب و روز
اتنا سہارا بس ہے گذارا کریں گے ہم

ارشدؔ کی آرزو کو وفا کا شعار دے
لکھ کر تجھے غزل میں کرشمہ کریں گے ہم

دنیا تھی تنگ ہم تری بانہوں میں جی لیئے
بے گھر تھے ہم حسین نگاہوں میں جی لیئے

آنچل ترے شباب کا حسنِ بہار ہے
ہم اک حسین خواب تھے آنکھوں میں جی لیئے

رشتوں کی بے رخی سے تو ہم کب کے مر چکے
خوشبو کی طرح ہم تری سانسوں میں جی لیئے

ہم اُن کے انتظار کی صورت میں کیا ڈھلے
دل میں اتر کے روح کے جلووں میں جی لیئے

انگڑائیوں کے ساتھ ہی ٹوٹے بھی کئی بار
اُن کے شباب اُن کی اداؤں میں جی لیئے

ارشؔد کو زندگانی سے شکوہ نہیں رہا
اک عمر اُن کی زلف کی چھاؤں میں جی لیئے

لہرائے ان کی زلف کے سائے تمام رات
ہم نے وفا کے پھول سجائے تمام رات

بانہوں میں اُن کے خواب کی تعبیر مل گئی
سوئے ہوئے لمحوں کو جگائے تمام رات

بے تاب جوانی کو کیا ہم نے اُن کے نام
برسوں کے بعد ناز اُٹھائے تمام رات

اُن کی کلائیوں میں کھنکتے ہوئے کنگن
جذبات میں ہیجان مچائے تمام رات

بھٹکے ہوئے لمحات کو منزل ملی مگر
جسموں سے مل کے سو گئے سائے تمام رات

آنکھوں میں بسے لب پہ سجے اور گلے ملے
ارشؔد کے سارے شکوے مٹائے تمام رات

دیوار در کے ساتھ مرا گھر حسین تھا
جب تک وہ رہے آنکھ میں منظر حسین تھا

ٹھنڈی ہوائیں رات کو بے چین کیے تھیں
لیکن وہ گرم بوریا بستر حسین تھا

بہکے ہوئے جذبات میں لمحوں کی تشنگی
ڈھلتی ہوئی شراب سے ساغر حسین تھا

پائل کی کھنک دل کے دھڑکنے کی ادا تھی
اُن کے گلے میں پیار کا زیور حسین تھا

اُن کا شباب اُن کی ادا اُنکا روپ رنگ
سب کچھ مِری بانہوں میں سنور کر حسین تھا

ارشدؔ وہ آتے میری غزل بن گئی ہوتی
اشعار بھی جوان تھے شاعر حسین تھا

لمحہ لمحہ تشنگی تھی لمحہ لمحہ پیار تھا
رات تھی تنہائیاں تھی اور ہمارا یار تھا

اُن کی بانہیں اُن کی زلفیں تشنہ راتوں کا شباب
مل گئی دل کو دوا ورنہ بہت بیمار تھا

رات بھر وہ منتظر تھے میں مگر پہنچا نہیں
بزم تھی میرے لیئے، میرے لیئے سنگھار تھا

میں ہوں مجرم اور تمہاری چاہتیں بے لوث ہیں
آگئے تم جانتا ہوں راستہ دشوار تھا

ہم تمہاری بے بسی کو بھول سکتے ہی نہیں
دل بہت مجبور تھا پیاسی نظر میں پیار تھا

بے وفا ارشدؔ نہیں تھا جانِ جاں میں کیا کہوں
زندگی بیمار تھی حالات سے بیزار تھا

مری زندگانی ترے نام کردوں
یہ جلتی جوانی ترے نام کردوں

زرا کردے زلفوں کے سائے دراز
وفا کی کہانی ترے نام کردوں

اگر بے نشاں ہوں میں رہنے دے جانم
وفا کی نشانی ترے نام کردوں

نہیں تیرے قابل یہ میری گدائی
تری مہربانی ترے نام کردوں

تو زینب کی مانند پیاسی ہے رن میں
یہ آنکھوں کا پانی ترے نام کردوں

تو ارشد کے اشعار میں ڈھل کے آجا
غزل کی جوانی ترے نام کردوں

سہانی رات کے جذبات اب تک یاد آتے ہیں
جوانی کے حسیں لمحات اب تک یاد آتے ہیں

ابھی تک مسکراتے ہیں تری آنکھوں کے افسانے
مجھے الجھے ہوئے حالات اب تک یاد آتے ہیں

تری باہیں تری سانسیں ترے سینے کی دھڑکن میں
مجھے گذرے ہوئے دن رات اب تک یاد آتے ہیں

تمہارے پاؤں کی مہندی ہمارے دل کی سرخی ہے
وہ کنگن سے کھنکتے ہاتھ اب تک یاد آتے ہیں

تمہیں صدیوں میں پایا تھا تمہیں لمحوں میں کھویا ہے
جدائی میں ڈھلے صدمات اب تک یاد آتے ہیں

اۓ ارشد کاسۂ دل ہے ہمار آج تک خالی
تمہارے حسن کے صدقات اب تک یاد آتے ہیں

میں ترے حسن کا صدقہ اُتار لوں آجا
کہ انتظار کی قسمت سنوار لوں آجا

یہ تیرے حسن سے مہکی ہوئی بہاروں میں
حسیں شباب کا موسم گذارلوں آجا

ترے خیال کی رعنائیوں کے صدقے میں
وفا کے رنگ سے دل کو نکھار لوں آجا

جوان رات کی رنگین چاندنی کی قسم
سکون دل کا نظر کا قرار لوں آجا

وفا کے کھیل بھی ارشدؔ سے کھیلنا ہے تجھے
میں تجھ کو جیت لوں یا دل کو ہار لوں آجا

حسن نعمت عشق قدرت خاک ہے فتنہ فتور
ائے مری جاں زندگی کیا ہے عناصر کا فتور

دیکھ اس مٹی کے رشتوں کا تماشہ چار دن
عقل گر عیار ہے دنیا ہے کیا دھوکہ فتور

روح کی پاکیزگی ہے بس عبادت کا وقار
گر نظر ناپاک ہے زاہد ترا تقویٰ فتور

ائے مری جاں غم نہ کر مانا کہ تو مظلوم ہے
وقت گر نمرود ہے دامن بچا رشتہ فتور

صبر کے پردے میں ہے ایمان کی قوت کا راز
مال وزر پر ناز کرنا کیا ہے بس دھوکہ فتور

تو دعا کی طرح ارشدؔ کے لبوں پر مسکرا
آج کل دنیا میں یہ تیرا مرا کہنا فتور

عمر گذری ترے خیالوں میں
ہم بھی شامل ہیں عشق والوں میں

شب کی تنہائیوں میں چھپنے دے
غم کو رسوا نہ کر اُجالوں میں

مست آنکھیں ہیں میکدے کی طرح
مجھ کو سونے دے مئے کے پیالوں میں

دے دے صدقہ تری جوانی کا
راز ہے تو مرے سوالوں میں

رشتے ناطے وفا مروت کیا؟
ایک بازار ہے دلالوں میں

آج مجھ کو دیوانہ کہتے ہو
کل تو ارشؔد تھا عقل والوں میں

تمہارے حسن کو بس کہہ دیا خدا ہم نے
تمہیں سے پیار کیا تم کو دل دیا ہم نے

کوئی ہماری نگاہوں سے تم کو دیکھے تو
مٹا دیا ہے عبادت کا فاصلہ ہم نے

خدائی اور خدا کا کرم ہے جلوہ گر
تمہارے عشق میں ہر چیز پالیا ہم نے

نہ پوچھ شوخیٔ رفتار کیا قیامت ہے
لیا ہے زلف کے سائے میں آسرا ہم نے

زمانہ میری محبت کو جنوں سمجھے گا
یہ دل کو حسن کا مجنوں بنا لیا ہم نے

تمہاری مست نگاہی کا کیا گلہ کرتے
تمہارے ہوگئے ارشؔد وفا کیا ہم نے

دیکھا ہے محبت کا اثر دل کی آہ میں
آئے ہیں جب سے یار تمہاری نگاہ میں

چاہت ہوس نہیں ہے عبادت ہے میرے یار
رہنے دے میرے دل کو وفا کے گناہ میں

دولت سے خدائی کا ہنر آ نہیں سکتا
انساں کی شرافت ہے محبت میں چاہ میں

پینے دو مجھ کو ساقیا کافر نگاہ سے
آتے ہیں فرشتے بھی تمہاری پناہ میں

اے حسن محبت کا بھرم تیرے ہاتھ ہے
جگ چھوڑ کے آئے ہیں تری جلوہ گاہ میں

ارشدؔ کی پارسائی کو کس کی نظر لگی
میں کیوں کھٹک رہا ہوں جہاں کی نگاہ میں

مٹی کے خرافات سے مایوس نہ ہونا
جلتے ہوئے جذبات سے مایوس نہ ہونا

مظلوم ہو انساں ہو فرشتہ تو نہیں ہو
یہ وقت یہ لمحات سے مایوس نہ ہونا

گہرے ہیں زخم وقت کو مرہم بنایئے
بے وقت کے صدمات سے مایوس نہ ہونا

مظلومِ کربلا کی مصیبت کو یاد کر
تو گردشِ حالات سے مایوس نہ ہونا

جلتی ہوئی فریاد پہ پابندی لگائی
اپنوں کی عنایات سے مایوس نہ ہونا

ارشدؔ ہے تری زلف کی مانند پریشاں
قسمت کے سوالات سے مایوس نہ ہونا

دل کو تمہاری یاد سے شکوہ بہت رہا
خوابوں میں جواں حسن کا چرچا بہت رہا

کیوں میرے رقیبوں پہ بہت مہربان ہو
دشمن ہمارا آپکو پیارا بہت رہا

ہر لمحہ تری آنکھ سے چھلکی بہت شراب
میرا نصیب ایسا کہ پیاسا بہت رہا

ایک روز مرے خواب میں آیا تھا میکدہ
میں پی چکا بہکنے کا خدشہ بہت رہا

بہکی ہوئی ہواؤں کی آہٹ پہ دھیان تھا
لیکن مزاج عشق تو بگڑا بہت رہا

ارشدؔ کی وفاؤں کا صلہ آج مل گیا
دل میں تمہارے غم کا اُجالا بہت رہا

تری تصویر آنکھوں میں سجا لوں پھر چلے جانا
تجھے ایک بار سینے سے لگالوں پھر چلے جانا

جواں زلفوں کو لہرا کر مرے شانوں پہ بکھرا دے
مری تقدیر کو میں آزما لوں پھر چلے جانا

حسیں راتوں میں چھڑتے ہیں لبوں پر پھول کے نغمے
تبسم میں ڈھلوں میں گنگنالوں پھر چلے جانا

ترے قدموں کی شوخی سے تیری پائل لپٹتی ہے
تجھے باہوں میں لے لوں مسکرالوں پھر چلے جانا

تو عرش و فرش کی زینت بہار حسن ہے جاناں
میں تیری جاں کو اپنی جاں بنالوں پھر چلے جانا

تو ارشدؔ کے لئے قدرت کا اک نایاب تحفہ ہے
جگر میں جان میں دل میں چھپالوں پھر چلے جانا

تمہارا کوئی اپنا ہو نہ ہو میرے لیئے جینا
کوئی اپنا سہارا ہو نہ ہو میرے لیئے جینا

تمہاری آنکھ سے ٹپکا ہوا ہر اشک موتی ہے
کوئی چاہت تمنا ہو نہ ہو میرے لیئے جینا

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں بھی تنہا ہوں
محبت کا زمانہ ہو نہ ہو میرے لیئے جینا

تمہاری یاد ہی میری عبادت کا وظیفہ ہے
تمہارا حسن تازہ ہو نہ ہو میرے لیئے جینا

تمہاری راہ میں پلکیں بچھا کر جا رہا ہوں میں
مرا آنا دوبارہ ہو نہ ہو میرے لیئے جینا

اگر میں یاد آؤں تو مجھے تحریر میں پڑھ لے
ترا ارشؔد دیوانہ ہو نہ ہو میرے لیئے جینا

دل میرا ترے حسن کا جلوہ بنا رہے
ہونٹوں کے گلابوں کا تبسم کھلا رہے

اللہ کرے تیری جوانی شراب ہو
تیرا خمار مجھ پہ ہمیشہ چڑھا رہے

زلفوں کے پیچ وخم میں نہ الجھے مرا نصیب
تیرے گلے میں تیرے ہی سر کی بلا رہے

رنگین ڈوپٹے کو بہت سر چڑھا لیا
اب تو اُتار دو کہ مرا دل بنا رہے

شاید ہمارے حال کی تم کو خبر نہیں
پھر بھی تمہارے ساتھ ہماری دعا رہے

ارشؔد کی جوانی کا تماشہ ہے شعر میں
میری غزل میں تجھ کو کوئی دیکھتا رہے

محبت اک صحیفہ ہے محبت ہی عبادت ہے
یہ قدرت کا کرشمہ ہے محبت ہی عبادت ہے

کشن کی بانسری رادھا کے دل کا راز کہتی تھی
محبت ہی تو گیتا ہے محبت ہی عبادت ہے

ہوس کی آگ میں جلتا ہوا شیطان کیا جانے !
محبت جاں کا کعبہ ہے محبت ہی عبادت ہے

محبت ہی نہیں تو ہر عبادت رسم ہوتی ہے
محبت عیسیٰ موسیٰ ہے محبت ہی عبادت ہے

محبت کے لئے انسان کو پیدا کیا رب نے
محبت رب کا چہرہ ہے محبت ہی عبادت ہے

اۓ ارشدؔ بس محبت کے لئے جینا ہے مرنا ہے
محبت جاں کا جلوہ ہے محبت ہی عبادت ہے

بعد برسوں کے وہ میرے گھر مرا مہمان تھا
میزباں تقدیر تھی چاہت کا دسترخوان تھا

میرا گھر گلزار تھا جانِ بہارِ حسن سے
ہم منائے عید مل کر لطف تھا پکوان تھا

ایک تو موسم حسیں تنہائیاں حسن و شباب
ڈھل رہی تھی رند میں مئے یہ ترا احسان تھا

میں نے چاہا اُس نے چاہا چاہتوں کی عید تھی
وہ مری بانہوں میں تھا ورنہ یہ گھر ویران تھا

اُن کی زلفوں سے بہلتا ہی رہا دل رات بھر
دل کو اُن کی آرزو تھی جان کو ارمان تھا

رچ گیا پھولوں کا رس یہ شاعری ہے شہد کی
حسنِ گلشن کی طرح ارشدؔ ترا دیوان تھا

میری دعوت پر وہ آئے وقت بھی مہمان تھا
انکے آنے کا مرے دل کو بہت ارمان تھا

بعد برسوں کے سجی تھی میرے گھر بزمِ شباب
مئے تھی مستی تھی ائے ساقی یہ تیرا احسان تھا

میں غریب اور میری کٹیا کا مقدر کیا کہوں
بوریا بستر تھا اور میں بے سرو سامان تھا

آ گئی تھی حسن کی دنیا سمٹ کر چھت تلے
بارشیں ہونے لگی تھیں میں بہت حیران تھا

آشیانہ بھی ہمارا بجلیوں کی زد میں تھا
چل رہی تھی آندھیاں جذبات کا طوفان تھا

چل ائے ارشدؔ وقت کی نیرنگیوں کو یاد کر
وقت تھا آغوش میں اور وقت ہی دربان تھا

اُن کی یادیں میرا غم دونوں گلے ملتے رہے
رات بھی تنہا ہوئی کاغذ کے گل کھلتے رہے

یہ ہماری سادگی تھی ہم نے سمجھا ہی نہیں
اُن کے ہونٹوں کے تبسم میں مگر شکوے رہے

کیا کریں ہم وقت کے ہاتھوں بہت مجبور تھے
کتنی صدیوں کی سزا ہم عمر بھر سہتے رہے

کتنے ساوَن کتنے موسم کی بہاریں لٹ گئیں
تم گئے موسم گیا وعدے گئے شکوے رہے

تنگ انساں کے مزاجوں سے وفا غائب ہوئی
قیس، لیلیٰ کے فسانے عمر بھر سنتے رہے

کوئی بھی ارشدؔ یہاں مظلوم کا حامی نہیں
رشتے ناطے بھی گئے دولت کے دیوانے رہے

چاند سے چہرے پہ ناگن بن گئیں زلفیں تری
ڈھونڈتی ہیں مجھ میں آخر جانے کیا آنکھیں تری

عشق کے لمبے سفر پر میں اکیلا چل پڑا
ہم سفر ہیں دشت، صحرا میں مگر یادیں تری

عرش سے آئی بہاریں فرش کے گلزار میں
دل مرا ارماں ترے خوشبو مِری سانسیں تری

اِک مرا دل تیرے جلوؤں سے ہی روشن ہو گیا
آنکھیں مری چہرہ ترا جنت مری بانہیں تری

میں ترے جلوؤں میں کھویا تو میری تحریر میں
میرے افسانے میں ہیں یادیں تری باتیں تری

یہ مری تقدیر ہے ارشدؔ مجھے منظور ہے
یاد آتے ہیں مجھے سپنے مرے نیندیں تری

لطف جو ملنے میں ہے وہ تیری یادوں میں نہیں
سوز جو سینے میں ہے وہ گرم سانسوں میں نہیں

وقت دل کو توڑ کر سب کچھ مٹا کر رکھ دیا
درد آنکھوں میں نہیں ہے عکس خوابوں میں نہیں

وقت جب بے وقت ہوتا ہے تو بے معنیٰ سفر
بس چلو چلتے چلو منزل بھی راہوں میں نہیں

قیمتی اشکوں کو میری یاد میں محفوظ رکھ
زندگی جینے میں ہے یادوں میں سپنوں میں نہیں

پھر ہوس کی آگ میں مظلوم فریادیں جلیں
اب وفا باتوں میں ہے چہروں میں وعدوں میں نہیں

زہر آلودہ فضا میں کس طرح ہم سانس لیں
بے اثر ارشدؔ دعا ہے آگ آہوں میں نہیں

جوان عمر کے خوابوں میں آ گئے ہوتے
حسین نیند کی بانہوں میں آ گئے ہوتے

تمہاری زلف و چہرے سے کھیلتے ہم بھی
بس ایک شب کی پناہوں میں آ گئے ہوتے

حسیں شباب بہاروں کا اور کھِل جاتا
بس ایک شام نگاہوں میں آ گئے ہوتے

اگر خلوص فرشتوں سے پاک ہو جاتا
ترے فسانے کتابوں میں آ گئے ہوتے

زمانے بھر کی نگاہوں میں ہم کھٹکتے ہیں
جو تم نہ ہوتے تو چالوں میں آ گئے ہوتے

وفا کا نام کتابوں میں رہ گیا ارشدؔ
ائے کاش ہم بھی فسانوں میں آ گئے ہوتے

تجھے میں ڈھونڈ کے ہارا ہوں اپنے ماضی میں
میں تیرے درد کا چہرہ ہوں اپنے ماضی میں

وفا کے شہر میں تجھ کو میں چھوڑ آیا تھا
نہ پا کے تجھ کو میں کھویا ہوں اپنے ماضی میں

ترے وجود کو اب تک مری تلاش رہی
میں تن نہیں ہوں کہ سایا ہوں اپنے ماضی میں

تو مجھ کو پانے کی کوشش کبھی نہیں کرنا
چمن نہیں ہوں میں صحرا ہوں اپنے ماضی میں

کہ تیرے قتل کے در پئے ہے تیرا سایا ہی
کہ میں بھی دار پہ لٹکا ہوں اپنے ماضی میں

تماشہ عشق کا ارشدؔ نے خوب دیکھا ہے
یہ سچ ہے میں ہی تماشہ ہوں اپنے ماضی میں

اشکوں میں ملیں گے کبھی آنکھوں میں ملیں گے
ڈھونڈو ہمیں مظلوم کی آہوں میں ملیں گے

ہم ہیں کہ ریا کار کے سجدوں سے بہت دور
محبوب کی معصوم اداؤں میں ملیں گے

حوّا سے کبھی اپنی حقیقت کو پوچھئے
انسان ہیں آدم کی خطاؤں میں ملیں گے

ملنا ہے اگر ہم سے ہمارا پتہ تو لو
ہم تم کو یتیموں کی دعاؤں میں ملیں گے

اُس ایک جوان بیو ہ کی فریاد سنی ہے
اثرات جسکے ڈوبتی راتوں میں ملیں گے

ارشدؔ کو جستجو نہیں عیش و نشاط کی
عیاشیاں شریف مزاجوں میں ملیں گے

تجھے میں دل سے نکالوں تو کیا رہا مجھ میں
میں تیری یاد کو محفوظ کرلیا مجھ میں

جمال یار کے جلوے کو زندگی سمجھا
ترے بغیر تو جینے کو کیا بچا مجھ میں

ترے فراق کے اشکوں میں وفا کی خوشبو
بسائے رکھا ہے ابتک مرا خدا مجھ میں

جہاں سے کوئی شکایت نہ تمنا کوئی
ترا خیال ہے جینے کا آسرا مجھ میں

مری حیات کے لمحوں کو زندگی دیدی
تمہارے دل سے نکلتی ہوئی دعا مجھ میں

یہ التجاء ہے کہ ارشدؔ کی آبرو رکھ لے
مری وفا کو مری جان آزما مجھ میں

تیری آنکھوں میں محبت نے حیا رکھی ہے
تیرے دیوانے میں الفت نے وفا رکھی ہے

سادگی تیر ی فرشتوں کا تبسم جیسے
پر ترے حسن میں کافر کی ادا رکھی ہے

میں نے چاہا ہے تجھے ٹوٹ کے بکھرا تجھ میں
تو سمٹ کر مجھے سینے سے لگا رکھی ہے

میں تری آنکھ کے جادو سے پگھل جاتا ہوں
تو مجھے جان میں تصویر بنا رکھی ہے

شب کی تنہائی میں صدیوں کے گلے مٹنے دو
دل میں آجاؤ کہ محفل بھی سجا رکھی ہے

میں نے مانا کہ زمانے کی نظر ہے تم پر
تیرے ارشؔد پہ بھی پابندی لگا رکھی ہے

وہ وفا اور محبت ترے رشتوں میں نہیں
سادگی حسن کی معصوم فرشتوں میں نہیں

میری آنکھوں میں محبت کے سوا اور ہے کیا
یار تو جان میں ہے وہ مِری سانسوں میں نہیں

لوگ سنگدل ہیں کہ آوارہ صنم خانے میں
دل میں اب سوز نہیں آگ بھی آہوں میں نہیں

ائے مری جان تجھے مجھ سے شکایت کیسی
تیرا مجبور بہت دور ہے بانہوں میں نہیں

مجھ کو تڑپاتی ہیں جاں سوز بہاریں اکثر
میں ترے دل میں ہوں پوشیدہ نگاہوں میں نہیں

اب تری یاد بھی آتی ہے عبادت کی طرح
نام تیرا دلِ ارشؔد میں ہے ہونٹوں میں نہیں

لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے چاند دیکھا عید کا
ہم کبھی تو تجھ سے لیں گے کوئی تحفہ عید کا

بے دلی سے ہم بھی سب سے مل رہے ہیں بس گلے
مجھ سے ملنے آیئے کر کے بہانہ عید کا

تیری پائل تیری مہندی اور ترا سولہ سنگار
تو ہی میری عید ہے چہرہ دکھا جا عید کا

سج سنور کر تو حسیں دلھن بنی ہوگی کہیں
آ زرا میں بھی تو دیکھوں مسکرانا عید کا

چاند تیرے حسن کی خیرات سے چمکا مگر
آ میری بانہوں میں آ آخر ہے موقعہ عید کا

تنہا ارشدؔ تنہا گھر ہے منتظر دیدار کا
تو بھی آ خوشیاں منائیں چاند چمکا عید کا

اس وقت سے چاہا اُسے دیکھا بھی نہیں تھا
یہ جسم یہ وجود کا چہرہ بھی نہیں تھا

وہ شب شب برات وہی دن تھے عید کے
ہر وقت گلے ملتے تھے پردہ بھی نہیں تھا

صدیوں سے ہم سفر رہی چاہت کی بہاریں
دو جان تھے اک جسم تھے سایا بھی نہیں تھا

اب تن دلوں کے بیچ میں دیوار بن گئے
اچھے تھے ہم نہیں تھے تو شکوہ بھی نہیں تھا

آزادِ محبت کا سفر یاد ہے ہم کو
رسوائی نہ تنہائی تھی چرچا بھی نہیں تھا

ارشدؔ غزل تمام ہوئی زندگی کے ساتھ
وہ شعر پڑھ لیا ہے جو لکھا بھی نہیں تھا

جانے کیا سوچ رہا ہے وہ دیوانہ اب تک
ریت پہ لکھتا مٹاتا ہے فسانہ اب تک

لوگ دیوانے کو دیوانہ بنا جاتے ہیں
ہم کو آیا نہیں باتیں بھی بنانا اب تک

اۓ مری جان مجھے تجھ سے شکایت تو نہیں
تونے پایا نہیں چاہت میں ٹھکانہ اب تک

ہر گھڑی لوگ بدلتے ملے موسم کی طرح
کس نے سیکھا ہے یہاں وعدہ نبھانا اب تک

چاند کے ساتھ ترِی یاد چلی آئی ہے
دل میں تازہ ہے محبت کا فسانہ اب تک

آ چلیں ہم بھی وہاں دور جہاں سے آۓ
جینے دیتا نہیں ارشدؔ کو زمانہ اب تک

تمہارے ساتھ مقدر مِرا سنور جاۓ
دیار وقت میں یہ زندگی گذر جاۓ

مِرا وجود نہیں مشتِ خاک ہے جاناں
چلے بھی آؤ کہ اب یہ بھی نا بکھر جاۓ

نہ راستہ نہ مسافت کا خوف ہو مجھ کو
تمہیں کو دیکھوں جہاں تک مری نظر جاۓ

سمٹ کے آئی ہے بانہوں میں حسن کی دنیا
اۓ کاش وقت کوئی رات بھر ٹھہر جاۓ

زمانے بھر کی نگاہوں سے چھپ کے رہنے دے
دیوانہ دل سے نکل کر ترا کدھر جاۓ

ہر ایک حال میں جینے کی بات کر ارشدؔ
زمانہ مرتا ہے مرنے دے روز مر جاۓ

میں تو مارا گیا اپنوں پہ بھروسہ کر کے
تم بھی جیتے ہو رقیبوں پہ بھروسہ کر کے

کتنا کمزور تھا جینے کا سہارا تیرا
کیا ملا تجھ کو ترے خوں پہ بھروسہ کر کے

اک ترا حسن جواں عمر تھی ارمانوں کی
لٹ گیا تو بھی نصیبوں پہ بھروسہ کر کے

لوگ عیار ہیں چالیں تو چلا کرتے ہیں
ہم تو مارے گئے وعدوں پہ بھروسہ کر کے

غم کی تصویر حیا کی طرح نازک نکلی
کچھ نہ کہنا کبھی غیروں پہ بھروسہ کر کے

تونے ارشؔد کی بھی نادانی کو دیکھا ہوتا
کیا ملا اُس کو وفاؤں پہ بھروسہ کر کے

اک ہم کو ستانے کا بہت شوق تھا تمہیں
دشمن سے نبھانے کا بہت شوق تھا تمہیں

کمزور سہارے کو مقدر سمجھ لیا
رشتوں کو نبھانے کا بہت شوق تھا تمہیں

یوں ہی گذار آئے ہو موسم شباب کے
بس خود کو لٹانے کا بہت شوق تھا تمہیں

پروانے جل کے مٹ چکے اۓ شمعِ محفل
خود جل کے جلانے کا بہت شوق تھا تمہیں

اک اجنبی قسمت پہ مجھے رشک آتا ہے
پی پی کے پلانے کا بہت شوق تھا تمہیں

اۓ ساقیا میخوار ہے ارشؔد بھی تمہارا
بس اسکو ستانے کا بہت شوق تھا تمہیں

چھپا کے رکھا ہے حسنِ شباب گھونگھٹ میں
یہ چاند ہے کہ کوئی آفتاب گھونگھٹ میں

ہم اپنے دل کی تشفی بھی کر نہیں سکتے
سوال میری نظر میں جواب گھونگھٹ میں

نظر بھی حسنِ تلاوت سے ہوگئی محروم
چھپا کے رکھی خدا کی کتاب گھونگھٹ میں

چلے بھی آؤ دعائیں قبول ہوتی ہیں
کھلا ہے آج ہی رحمت کا باب گھونگھٹ میں

ہر ایک سانس کو ہم نے تمہارے نام کیا
نظر سے چھپ گیا حسنِ ثواب گھونگھٹ میں

سمٹ کے آئی ہے کتنی بہاریں اۓ ارشدؔ
کھلے ہیں آج ہزاروں گلاب گھونگھٹ میں

اۓ حسیں چاند تجھے یار کا چہرہ لکھوں
تیرا طوّاف کروں یا تجھے کعبہ لکھوں

تیری زلفوں کی گھٹاؤں میں مہکتی جنت
میرے خوابوں میں سمٹ آئے تو تحفہ لکھوں

تیرے معصوم خیالات سے مہکی راتیں
جلتی تنہائی کے بستر پہ تماشہ لکھوں

کھیتوں کھلیانوں کی آزاد محبت کی قسم
اس ترے شہر کی پابندی پہ کیا کیا لکھوں

حج مبارک ہو رئیسوں کو مگر اۓ ارشدؔ
وہ جو کعبہ ہے اُسے یار کا سایا لکھوں

آجا پربت پہ سکھی چاند کا دیدار کریں
عید کے نام گلے مل کے زرا پیار کریں

آ پری بن کے ہرے کھیت کی ہریالی میں
تیرے یوّن کو کویتاؤں سے سنگھار کریں

خاک کے ڈھیر میں صدیوں سے دبی چنگاری
شعلہ بن جائے گی پاس آ اسے بیدار کریں

رخ سے آنچل کو ہٹاؤ تو کرامت کر دیں
زلف سے بدلی کریں چاند سے رخسار کریں

شام ہونے کو ہے مانجھی ہے نہ نیاّ ہے
ہاتھ میں ہاتھ لیئے چل کہ ندی پار کریں

آجا ارشدؔ کی امنگوں میں مچل جا تو بھی
ہم تو وہ ہیں کہ ترے حسن کو شہکار کریں

چاند بھی آگیا عید بھی آگئی
سونے گھر میں مرے زندگی آگئی

تیری زلفوں کی انگڑائیوں کی قسم
درد مایوس ہے اور خوشی آگئی

روح کی تشنگی کو قرار آگیا
تجھ سے نظریں ملی میکشی آگئی

تیری یادیں مبارک ہیں میرے لیئے
دل کے ویران گھر میں خوشی آگئی

آؤ دل کو ملالیں گلے تو ملیں
یاد صدیوں کی پھر تشنگی آگئی

تھا بہت منتظر تیرا ارشدؔ مگر
آج ملنے کی پہلی گھڑی آگئی

چین و بنگال سے لایا تھا غضب کا جادو
پھر بھی مجھ پر نہ چلا آپ کا کالا جادو

آنکھ ایسی کے کئی طور کے منظر جس میں
حسن ایسا کہ قیامت ہے سراپا جادو

یاد ہے مجھ کو تری نیند میں ڈوبی آنکھیں
اور انگڑائی میں سو بار لچکتا جادو

دیکھ کر تجھ کو کوئی فیصلہ کیسے ہوگا
کوئی سویا ہوا فتنہ ہے کہ چلتا جادو

کالا تل ہے مرے رخسار پہ دیکھا ہوگا
لوگ کہتے ہیں نہیں چلتا کسی کا جادو

زندگی کو جو مسخر نہیں کرتا ارشدؔ
اک تماشہ ہے یہ جادو تیرا کیسا جادو

چاند سے لی چاندنی تم کو بنانے کے لئے
حسن کی دنیا بنی تم کو بنانے کے لئے

خونِ دل خونِ تمنا سے سجایا ہے تمہیں
خود مٹا دی زندگی تم کو بنانے کے لئے

حسن جادو چال برقی رنگ نکہت پھول سے
تن سے میرے خاک لی تم کو بنانے کے لئے

خوش رہو تم مجھ کو میرے حال پر اب چھوڑ دو
مٹ گئی دنیا مری تم کو بنانے کے لئے

کل تلک تم کو یہ غم تھا کہ کوئی پتھر ہوں میں
لو خدائی مل گئی تم کو بنانے کے لئے

جانِ ارشدؔ تم مرے شعروں میں ڈھلتی ہی رہو
کر رہے ہیں شاعری تم کو بنانے کے لئے

اے حسن سوزِ خواب سے واقف نہیں تھے ہم
بے چینئ شباب سے واقف نہیں تھے ہم

اک جام پی کہ عرش کا ہمسر ہوا دماغ
افسوس کے شراب سے واقف نہیں تھے ہم

لگتا ہے انھیں دیکھ کے ہم کو شباب میں
یارب تری کتاب سے واقف نہیں تھے ہم

ہم کو خدایا بخش دے کچھ اور زندگی
اس قبر کے عذاب سے واقف نہیں تھے ہم

کھلتے ہی آنکھ ٹوٹ گیا خواب زندگی
اس عمر کے سراب سے واقف نہیں گے ہم

ارشدؔ نے ان کو دیکھ لیا دل کے طور پر
گو عمر بھر جناب سے واقف نہیں تھے ہم

وصل کے لمحات کی شوقین حرکت یاد ہے
حسن کا دیدار نظروں کی عبادت یاد ہے

عشق نے سجدے کئے تھے تیرے دامن پر کبھی
شب کی تنہائی میں یادوں کی عنایت یاد ہے

تم ملے تھے مل گئی تھی زندگی کو زندگی
گھر مِرا ویران تھا قدموں کی برکت یاد ہے

میری سانسیں ہیں معطر جاں میں ہے خوشبو بسی
وہ تری بکھری ہوئی زلفوں کی نکہت یاد ہے

دل تھا پتھر کی طرح تو نے اسے ہیرا کیا
ہائے اعجاز نظر تیری کرامت یاد ہے

ویسے ارشدؔ تو کسی گنتی میں آتے ہی نہیں
بے وفا حالات میں تیری عنایت یاد ہے

میں تو دیوانہ ہوں کیسا ہوں تمہیں کیا معلوم
کون ہوں شہر میں کس کا ہوں تمہیں کیا معلوم

یار کی یاد ہی جینے کا سہارا ہے مرا
عشق کی آگ میں زندہ ہوں تمہیں کیا معلوم

ایک رنگین تصور ہے ترا ذات مِری
درد ہوں رونق جلوہ ہوں تمہیں کیا معلوم

عشق ہوں آتش نمرود کی پرواہ نہیں
میں شب وروز پگھلتا ہوں تمہیں کیا معلوم

صرف خود کے لئے جینے کو جہنم سمجھو
میں توسب کے لئے جیتا ہوں تمہیں کیا معلوم

ہر قدم پر ہے رواں آگ کا دریا ارشدؔ
میں اسی راہ پہ چلتا ہوں تمہیں کیا معلوم

ہم کو مت چھیڑ مصائب میں جکڑ جائے گا
خار اُلجھا تو ترا باغ اُجڑ جائے گا

شیخ ساغر کو اُٹھانے کی نہ کوشش کرنا
یہ کوئی جبلِ اُحد ہے جو اکھڑ جائے گا

میں نے ساقی کی نگاہوں سے پیا ہے زاہد
چوم لے پاؤں مرے ورنہ بگڑ جائے گا

اپنے سجدوں کے فسانے نہ کبھی چھیڑ یہاں
ورنہ توبہ سے مرا جام بھی لڑ جائے گا

کر نہ دنیا کی حسینوں پہ بھروسہ ارشدؔ
سخت مشکل میں کسی روز تو پڑ جائے گا

حسن محفوظ ہے چہروں کے صنم خانے میں
عشق جینے میں نہیں عشق ہے جل جانے میں

جن کو جینا ہے ابد تک وہ یہاں آجائے
پل میں سو سال جیا کرتے ہیں میخانے میں

صبح کو عمرہ تو ہم رات کو حج کرتے ہیں
میرے ساقی ترے مستی بھرے پیمانے میں

لوگ نہ کعبہ سمجھ کر کہیں طوّاف کریں
کس نے تصویر بنائی مِری بت خانے میں

شمع کا بیری یا شیدائی ہے وہ شمع کا
کون سی آگ ہے سمجھا نہیں پروانے میں

روز مرتا ہے وہ ارشدؔ کو زندگی دے کر
روز دیکھا ہے کرشمہ ترے دیوانے میں

شوق پر ہوش ہے قربان تمہیں پایا ہے
خون جب ہوگئے ارمان تمہیں پایا ہے

عشق نے حسن کو سو بار کیا ہے سجدہ
تب کہیں جا کے مِری جان تمہیں پایا ہے

شوخ آنکھوں سے کئی وعدے مرے دل نے کیئے
مجھ پہ ہے آپ کا احسان تمہیں پایا ہے

اب نہیں ہے مری کشتی کو کسی بات کا غم
آندھی آجائے کہ طوفان تمہیں پایا ہے

مجھ پہ ہنستی ہے یہ دنیا کہ میں برباد ہوا
کتنا دا نہ ہوں میں نادان تمہیں پایا ہے

سلسلہ عشق کا ارشدؔ کے دل سے ملتا ہے
میں نے ایماں سے مِری جان تمہیں پایا ہے

میں بھی انسان ہوں مانا کہ خطا میں نے کیا
تیری آنکھوں سے کیا وعدہ وفا میں نے کیا

عشق سے حسن جدا ہو کے ملا شرطوں پر
عشق پر مہر تھا لازم تو ادا میں نے کیا

تب کہیں جا کے ملا ہے مرا ہمراز مجھے
تونے انسان کیا تجھ کو خدا میں نے کیا

بعد برسوں کے مری آہ اثر لائی ہے
جب تری یاد سے زخموں کو ہرا میں نے کیا

قطرۂ مئے مرے حصے میں نہیں ہے ارشدؔ
پھر بھی ساقی کی نظر سے نہ گلہ میں نے کیا

تیری آنکھوں سے اب گلہ تو نہیں
تو بھی میرا ہے غیر کا تو نہیں

بھول مجھ سے بھی ہوگئی ہوگی
میں بھی انسان ہوں خدا تو نہیں

خواب میں آئے مسکرائے نہیں
یار مجھ سے کہیں خفا تو نہیں

توبہ سجدہ نہیں کیا ہم نے
ہم تو میکش ہیں پارسا تو نہیں

تیرے آنے سے خوف آتا ہے
کوئی چھپ کر کے دیکھتا تو نہیں

یک بیک دل دھڑکنے لگتا ہے
کوئی دھڑکن میں بولتا تو نہیں

کب سے سویا ہے تیرے دامن میں
دیکھ ارشدؔ کہیں مرا تو نہیں

تم سے ملنے سے میں انکار کروں یا نہ کروں
سوچتا ہوں میں تمھیں پیار کروں یا نہ کروں

کیا زمانہ مِرے رازوں کا بھرم رکھ لے گا
دوستو درد کا اظہار کروں یا نہ کروں

اب تو قابو میں نہیں آتا ہے کم بخت یہ دل
تیری زلفوں میں گرفتار کروں یا نہ کروں

کس کو زاید کی ضرورت نہیں ہوتی ہے یہاں
یہ دو آنکھیں ہیں انہیں چار کروں یا نہ کروں

زندگی کیا تو مرا ساتھ نبھا سکتی ہے
زندگی بھر کا میں اقرار کروں یا نہ کروں

ان پہ الزام کے آنے سے ہی پہلے ارشدؔ
خود کو بدنام، گنہگار کروں یا نہ کروں

لیں گے نہ تِرا نام نہ رسوا ہی کریں گے
لیکن ترے خیال کو سجدہ ہی کریں گے

گر اپنی محبت پہ کوئی شک ہے تو کہہ دے
جیسا ترا خیال ہے ویسا ہی کریں گے

سانسوں کے سوا ہم کو دیا کیا نصیب نے
جب تک کہ زندگی ہے یہ شکوہ ہی کریں گے

تم دل سے کھیلو دل کو کھلونا ہی سمجھ لو
ہم خونِ جگر خونِ تمنا ہی کریں گے

دیکھا ہے انکو غیر کی محفل میں بے نقاب
لیکن وہ ہم کو دیکھ کے پردہ ہی کریں گے

ارشدؔ پہ اعتماد کرو یا نہ کرو تم
ہم ہیں دیوانے تم پہ بھروسہ ہی کریں گے

یہ دل نظر کی شکایت میں ٹوٹ جاتے ہیں
یہ آئینے ہیں محبت میں ٹوٹ جاتے ہیں

دل و دماغ کے پہرے بٹھاؤ آنکھوں پر
وفا کے خواب حفاظت میں ٹوٹ جاتے ہیں

ائے زندگی یہ پتہ ہے کہ تو کسی کی نہیں
کبھی کبھی تِری چاہت میں ٹوٹ جاتے ہیں

بہار ڈھونڈتی پھرتی ہے ایسے پھولوں کو
جو پھول شاخ سے غیرت میں ٹوٹ جاتے ہیں

بھروسہ کرلیا کس سادگی سے دل تو نے
تمام وعدے شرافت میں ٹوٹ جاتے ہیں

بہت ہے ناز تمھیں دوستوں پہ ائے ارشدؔ
حسین رشتے مصیبت میں ٹوٹ جاتے ہیں

جب غم نہ تھے حیات کے آنگن میں پیار تھا
آنکھوں میں درد درد کے دامن میں پیار تھا

پانی میں نہاتی تھی یہ گیتوں کی جوانی
کیا دن تھے وہ جو پیار کے ساوَن میں پیار تھا

انگڑائیوں میں برق و رفتار میں شوخی
رخ پر حیا کی چاندنی تن من میں پیار تھا

نفرت کے شب و روز میں وہ دور یاد ہے
کیا بات دوستوں کی ہے دشمن میں پیار تھا

ارشدؔ کسی ہنر میں نہیں اب وہ دل کشی
فنکار میں وفا تھی ہر اک فن میں پیار تھا

دل رنج و بلا کے لئے تیار ہوا ہے
بس پیار ہوا پیار ہوا پیار ہوا ہے

آنکھوں سے اٹھ گئے جو حجابات جنوں کے
دیوانہ آج ہی ترا ہشیار ہوا ہے

جس شخص کا پیشہ تھا جفا جور اور ستم
برسوں کے بعد وہ بھی وفا دار ہوا ہے

اۓ شیخ کسی رند کو بدنام مت کرو
یہ سوچ سمجھ کر ہی گنہگار ہوا ہے

غمگیں بہار زرد شجر اس طرح ضرور
موسم تری بستی میں بھی بیمار ہوا ہے

ارشدؔ کے سامنے نہ کرو ذکر زندگی
مدت کے بعد نیند سے بیدار ہوا ہے

وفا کے وفادار اب حال کیا ہے
بتا اۓ مِرے یار اب حال کیا ہے

نہ کہتے تھے راہِ وفا ہے کٹھن
کہو میرے سرکار اب حال کیا ہے

قیامت میں ملنے کا وعدہ کیا تھا
اۓ فرقت کے بیمار اب حال کیا ہے

محبت کے مذہب میں شکوہ غلط
نہیں کرتے اظہار اب حال کیا ہے

سرِ رہ ستم گر شرارت سے پوچھا
بتا دل کے بیمار اب حال کیا ہے

اۓ ارشدؔ وہ ہر موڑ پر پوچھتے ہیں
وفا کے گنہگار اب حال کیا ہے

کچھ ہم کو حادثات بہت دور لے گئے
کچھ اُن کے خیالات بہت دور لے گئے

سمجھوتہ کر نہ پائے کبھی زندگی کے ساتھ
لیکن وہ کل کی رات بہت دور لے گئے

میرے خلاف سازشیں ہوتی ہیں شہر میں
کچھ لوگ دل کی بات بہت دور لے گئے

اب اےِ زمانے خاک میں مل کر ہی مجھ سے مل
مجھ کو وہ اپنے ساتھ بہت دور لے گئے

دار و رسن کی رسم ادا تو نہیں ہوئی
لیکن مرے جذبات بہت دور لے گئے

تقریر سے تقدیر بدلتی نہیں ارشدؔ
فرسودہ بیانات بہت دور لے گئے

دل ترے پیار کے جذبات سے وابستہ ہے
زندگی تیری ملاقات سے وابستہ ہے

بے خودی میں کہیں افشا نہیں ہونے پائے
میرا ہر راز تری بات سے وابستہ ہے

روز اک حشر بپا رہتا ہے گھر میں میرے
اب مِری جان تو حالات سے وابستہ ہے

مجھ کو شکوہ نہیں دل تو نے مرا توڑ دیا
تیرا ہر کام تری ذات سے وابستہ ہے

اس طرح دل سے ترا زخم لگا رکھا ہے
جس طرح چاند گھنی رات سے وابستہ ہے

اب تو مشکل ہے اسے بھول کے جینا ارشدؔ
اس کی تصویر خیالات سے وابستہ ہے

محبت کی پناہیں مل رہی ہیں
زرا ٹھہرو نگاہیں مل رہی ہیں

محبت کا سبق پڑھنا ہے ہم کو
وفا کی درس گاہیں مل رہی ہیں

ہوئے مایوس جب ہم جستجو سے
نئ منزل کی راہیں مل رہی ہیں

تبسم تیری قسمت میں ہے لیکن
مِرے ہونٹوں کو آہیں مل رہی ہیں

ہر اک چہرہ ہے تصویرِ حیرت
یہ کیسی خانقاہیں مل رہی ہیں

ذرا وقت تھم جائے ارشدؔ
مِری بانہوں سے بانہیں مل رہی ہیں

یہ فطرت شمس کی ہے روشنی تقسیم کردینا
بہت مشکل ہے لیکن زندگی تقسیم کردینا

پرائے غم کو سینے سے لگانا میری فطرت ہے
مِرے یاروں میں میری ہر خوشی تقسیم کردینا

تری آنکھوں سے دنیا کو کسی دن ہم بھی دیکھیں گے
اۓ دیوانے تری دیوانگی تقسیم کردینا

یہ دوراہا ادھر کعبہ ادھر ہے میکدہ واعظ
بہت مشکل ہے رندوں کی گلی تقسیم کردینا

ہزاروں سال کے سجدوں سے بہتر ہے تڑپ اپنی
فرشتوں میں ہماری بے کلی تقسیم کردینا

ہوائے غم نہ جن کو چھو سکے ان شیش محلوں میں
اۓ ارشدؔ ہو سکے تو بے بسی تقسیم کردینا

دوبارہ کرکے ایسی خطا کون آئے گا
دنیا میں مِرے بعد خدا کون آئے گا

منہ تک رہے ہیں رندائے ساقی شراب دے
ہے کس کا انتظار بتا کون آئے گا

جو بھی گیا وہ لوٹ کے آیا نہیں کبھی
تیرے شہر میں میرے سوا کون آئے گا

اس پتھروں کے شہر میں آنسو نہ بہا تو
سن کر ترے رونے کی صدا کون آئے گا

آنے لگی ہیں ہچکیاں شام و سحر مجھے
دیوانے سے ملنے کو بھلا کون آئے گا

ارشدؔ یہ رات کس کے لئے سج سنور گئی
محفل میں آج کس کو پتہ کون آئے گا

پلٹ کے گردش ا یام آنے والا ہے
ہمارا پیار بہت کام آنے والا ہے

میں میکدے میں نہیں پھر بھی دوش توبہ پر
ذرا ٹھہر کہ مِرا جام آنے والا ہے

ستارے کھل کے ابھی پھول بننے والے ہیں
سنا ہے چاند سے گلفام آنے والا ہے

جنون معجزہ دکھلا کبھی سحر ہی نہ ہو
سنا ہے یار سرِ شام آنے والا ہے

وفا کے نام پہ ہم مٹ چکے مگر ارشدؔ
ہمیں پہ عشق کا الزام آنے والا ہے

الجھ کر تیری زلفوں سے دلِ گھائل نکلتا ہے
ترے چہرے کو چھو کر جب ترا آنچل نکلتا ہے

یقیں ہے اب کے ساون میں مئے گلفام برسے گی
قسم کھا کر ترے سر کی نیا بادل نکلتا ہے

سنا ہے عشق اپنی آگ میں خود جل گیا یارو
زرا دیکھیں تو اس رسی سے کیسے بل نکلتا ہے

اسے مت روندھ یہ تیری حیا کی لاج رکھے گی
اسی ننھی کلی کی گود سے مخمل نکلتا ہے

چلے آؤ کہ اب بچھڑے تو محشر میں ملیں گے ہم
بھروسہ کیا ہے دم کا اب نہیں تو کل نکلتا ہے

تماشہ گاہ میں چل کر ائے ارشدؔ ہم بھی دیکھیں گے
معمہ ہے اگر یہ زندگی کیا حل نکلتا ہے

جب تو نہیں تو تیرے ستم بولنے لگے
منزل کا راز نقشِ قدم بولنے لگے

ہر شخص اک خدا تھا کہ سنتے رہے خموش
برسوں کے بعد قبر میں ہم بولنے لگے

ٹھکرا کے اس جہان کو دیوانہ جب چلا
یہ کیا کہ پتھروں کے صنم بولنے لگے

انجامِ حسن ، عشق کی اب خیر مناؤ
کاغذ پہ دل کی بات قلم بولنے لگے

روٹی کو ڈھونڈتے تھے فسانوں میں جب ادیب
غزلوں میں شاعروں کے شکم بولنے لگے

ارشدؔ پہ جو گذری ہے حسینوں کے شہر میں
زخموں سے گلے مل کے ستم بولنے لگے

مِرا صنم تو گلوں میں گلاب جیسا ہے
نشہ نہیں ہے مگر وہ شراب جیسا ہے

ازل سے پوچھ حسینوں میں بے نظیر ہے وہ
ہزاروں چاند ہیں وہ آفتاب جیسا ہے

اسی کی ایک جھلک سے فرشتے بنتے ہیں
خیال اتنا حسیں کہ کتاب جیسا ہے

اسی کی یاد ہی مقصد ہے میرے جینے کا
شب فراق میں وہ ماہ تاب جیسا ہے

اس عمر میں مِرے ساقی بہک نہ جاؤں میں
چھلکتا جام تمہارے شباب جیسا ہے

وصال یار کے دن بھی عجیب تھے ارشدؔ
بس اب خیال بھی انکا ثواب جیسا ہے

یہ رخسار لب اور صورت کی باتیں
کتابوں میں ہیں بس محبت کی باتیں

مِرے سر کی جھوٹی قسم کھانے والے
کرو آپ اپنی ضرورت کی باتیں

تمہیں لوگ بہروپیہ کہہ رہے ہیں
بغل میں چھری اور شرافت کی باتیں

دکھایا جو آئینہ وہ توڑ ڈالے
بری لگ رہی ہیں حقیقت کی باتیں

گئی حق پرستی رہی خود پرستی
بشر میں کہاں اب صداقت کی باتیں

کہیں چال میں ہم نہ آجائیں ارشدؔ
بہت چل رہی ہیں سیاست کی باتیں

شکایت دل میں بستی جا رہی ہے
وفا دل سے نکلتی جا رہی ہے

کوئی انساں بھی ہے ان پتھروں میں
نظر میری ترستی جا رہی ہے

ہوئے میخوار تجھ سے دور ساقی
تری آنکھوں سے مستی جا رہی ہے

شہر لاشوں پہ چل کر آ رہے ہیں
میری ننھی سی بستی جا رہی ہے

تری رحمت سے سب کو یہ گلہ ہے
یہ غیروں پر برستی جا رہی ہے

پھٹی چادر کو ارشدؔ سی رہا ہے
حیا کپڑے بدلتی جا رہی ہے

پھولوں جیسا بدن ہے اس کا چاند بھی اس کا سایا ہے
خوشبوؤں کے قافلے لے کر کون شہر میں آیا ہے

کتنے دل قدموں میں اسکے لوٹ رہے تھے مت پوچھو
آج مرا مہمان ہوا جو برسوں سے تڑپایا ہے

یار کا قاصد خط لایا ہے وہ کل آنے والے ہیں
اس در سے اس گھر تک رستہ سجدوں سے چمکایا ہے

آہوں سے بانہوں تک پہنچا اور شہیدِ عشق ہوا
پردے میں بے پردہ رہا پردے میں مجھے ترسایا ہے

دیکھ امیدوں کا دامن اب چھوٹ نہ جائے یار مرے
تیرے خیالوں سے ارشدؔ نے اب تک دل بہلایا ہے

توبہ کو توڑ تاڑ کے پیمانے میں لے آ
پیمانے کے اسرار صنم خانے میں لے آ

پی کر شراب خود کو خدا اگر کہے صنم
بوتل میں تو اتار کے میخانے میں لے آ

دنیا کو بھی پتہ چلے میں بھی تو ہوں شہید
میرا بھی نام میں عشق کے افسانے میں لے آ

میں کون ہوں میں کیا ہوں سرِ حشر کہہ سکوں
اتنا تو ہوش عشق کے دیوانے میں لے آ

محفل میں اہل دل کی قدر کون کرے گا
تصویر یار درد کے کاشانے میں لے آ

سونے دے اب تو چین سے ارشدؔ کو قبر میں
میت کو دفن گاہ سے ویرانے میں لے آ

بعد مدت کے ہر اک بات سمجھ میں آئی
تجھ سے مل کر تری اوقات سمجھ میں آئی

اجلے پوشاک سے فطرت نہیں بدلی جاتی
تیری سیرت سے تری ذات سمجھ میں آئی

بستر مرگ پہ دم توڑ رہا تھا کوئی
تب مجھے گردشِ حالات سمجھ میں آئی

تم سے ملنے کا تو مطلب نہیں سمجھا واعظ
اک شرابی کی ملاقات سمجھ میں آئی

تیرے چہرے سے جو اترا ہے شرافت کا نقاب
تیرے گھر میں تری اوقات سمجھ میں آئی

مرض ارشدؔ کا تو پہچان چکا ہے شاید
اۓ مسیحا تری ہر بات سمجھ میں آئی

عیدنامہ

عید کو عید نہیں پیار کا تحفہ سمجھے
عید کا چاند نہیں یار کا چہرہ سمجھے

ان کی زلفوں کی گھٹاؤں سے برستی رحمت
وہ جسے چھولے اُسے پاک فرشتہ سمجھے

وہ ہلال اور اُفق چشم و ابرو تیرے
ان اشاروں سے عبادت کا سلیقہ سمجھے

دل کوفرحت ترے دیدار سے ہوتی ہے نصیب
روح کے درد کو الفت کا کرشمہ سمجھے

چاند کی دید سے سب عید مناتے ہیں مگر
ہم دیوانے تری تصویر کو کعبہ سمجھے

ترے دامن میں ہو ارشدؔ کے مقدر کی خوشی
جو تجھے دیکھے تجھے آنکھ کا تارا سمجھے

عیدنامہ

زلف شب چہرہ قمر آؤ منائیں عید ہم
آج انکو دیکھ کر آؤ منائیں عید ہم

ہر خوشی تجھ کو مبارک زندگانی شاد ہو
یہ دعا کرتے ہیں ہم دنیا تیری آباد ہو

دیکھو انکو اک نظر آؤ منائیں عید ہم
مل رہے ہیں چاند سورج آج انکے گھر گلے

رسم ہے موقع بھی ہے لگ جا مرے دلبر گلے
ہوسکے تو چاند پر آؤ منائیں عید ہم

ہاتھ میں رنگین مہندی او رکنگن کی کھنک
چاند سے چہرے پہ الجھی الجھی زلفوں کی مہک

یار آؤ میرے گھر آؤ منائیں عید ہم
سرخ جوڑے میں سنور کر آگئی ہے زندگی
تیرے صدقے تیرے قرباں زندگی کی ہر خوشی
لے کے ارشدؔ کی خبر آؤ منائیں عید ہم

عیدنامہ

سنگھار کر کے تم میری دنیا پہ چھا گئے
دامن میں میرے عید کی خوشیاں سما گئے

اب کیا مثال دوں ترے چہرے کو چاند سے
کتنے نظارے حسن کے آنکھوں پہ چھا گئے

حج اور عید کرتے ہیں کرنے کو بہت لوگ
اک ہم تمہاری یاد کو دل میں بسا گئے

ہم دور بھی قریب بھی رہتے ہیں آپ سے
اک تم ہماری جان سے ملنے کو آ گئے

ہر شب شبِ برأت ہو ہر روز عید ہو
ارشدؔ کے لب پہ بس یہی کلمات آ گئے

عیدنامہ

عید کا چاند زندگی لائے
تیرے دامن میں ہر خوشی لائے

ہم نے مانا کہ دور ہیں تم سے
تم تو یادوں میں ہو جگہ پائے

یاد آئی تو ایسے ہنستے ہم
جیسے گلشن میں پھول مسکائے

چاندنی کے ہزار گہنوں سے
دل ہی دل میں تمہیں سجا لائے

تیرے ارشدؔ کی ہر خوشی تیری
تیرے دامن میں پھول برسائے

گیت

دیکھیں ترے چہرے کو کبھی چاند کو دیکھیں
آجاؤ مناتے ہیں خوشی چاند کو دیکھیں

آنچل میں ایک چاند ہے بادل میں ایک چاند
ہم دیکھتے ہیں سرمئی کاجل میں ایک چاند

دل دل سے ملے آج سبھی چاند کو دیکھیں
دلدار مرے یار تجھے عید مبارک

اک لمحہ میں سو بار تجھے عید مبارک
دلہن کی طرح شام سجی چاند کو دیکھیں

پائل تری کنگن ترے جوڑا بھی مبارک
باہیں بھی مبارک ترا سینہ بھی مبارک

آ لگ جا گلے جان مری چاند کو دیکھیں
بچے جوان بوڑھے گلے مل رہے ہیں دیکھ

خوشیوں کے تمناؤں کے گل کھل رہے ہیں دیکھ
آجا سنور کے لال پری چاند کو دیکھیں

گیت

زندگانی پھر پرائی ہوگئی
موت سے اپنی سگائی ہوگئی

میری ہر خواہش ابھاگن کی طرح
تو گئی دل سے سہاگن کی طرح

اب کہیں بھی دل نہیں لگتا مرا
ہو مبارک تجھ کو جوڑا خون کا

یہ کوئی شکوہ نہیں ہے میری جان
یہ میری تقدیر کا ہے امتحان

تو جیئے ہر سانس میں سو سو برس
تو ہے رحمت کی گھٹا کھل کے برس

زندگی خوشیوں کی سیرابی میں ہے
سرخ جوڑے کی تب وتابی میں ہے

کیوں قلم سے خون ٹپکا جائے ہے
کیوں لب ارشدؔ پہ شکوہ آئے ہے

گیت

نینن کے بان مارے ہمرے جگر ما
منوا کھٹک گیئو اُن کی نجر ما

جلمی نے لوٹ لیا منوا ہمار
بدنام ہوئے گیئو پریمی نگر ما

پنگھٹ پہ آیو نا چھت پر تو آجا
نجریں بچھائے بیٹھے توری ڈگر ما

کیسن کی بدلی بھی چھائی ہے مکھ پر
کھویا ہے چندر ماں تو توری چُنر ما

چلیوٗ سنبھل کر او ناجک بدنیا
لہراتی ناگن ہے توری کمر ما

ارشدؔ نے بھیجا ہے پیریم کا سندیسہ
سانجھ بھئی آجا تو ہمرے بھی گھر ما

گیت

دیکھ رہے ہیں رستہ تیرا آجا اب تو ہرجائی
پریم کی برکھا رت کی رانی پُروائی اور تنہائی

کیسے بھولیں یار بتا دے یوّن کا سنگھار تِرا
تن کی چاندی روپ کا سونا زلف گھٹا کی انگڑائی

پھول کی رانی مست جوانی سپنوں میں لہرائی ہے
چنچل پائل کنگن چوڑی مہندی اور کلائی

گھر کا آنگن سُونا ساوَن تجھ کو یار پکارے
میرا وچن پربت کے جیسا تیرا وچن پرچھائی

یُگ یُگ سے ہم آتے جاتے مل کے مل نا پاتے
آج بھی ارشدؔ تنہا تنہا بھاگ بنی تنہائی

گیت

ہمرے گھر ما تمری چنری جان بنی تنہائی ما
نٹ کھٹ چنچل نینن کی مہکار بسی تنہائی ما

چندہ جیسے مکھڑے پر پھر کیس کی بدلی چھائی
جھانجر چوڑی چندن کنگن بھول گئی تنہائی ما

کھیتوں میں کھلیانوں میں پھر تُمر ایوُن گائے
مورا منوا سوگ منائے پھول متی تنہائی ما

پربت کو بدلی نے چھیڑا پیڑوں کو پروائی
ساون آیا تو بھی آجا او گوری تنہائی ما

پنگھٹ پر سکھیوں کو توری تو سے گلہ ہے سن لینا
کیوں تو برہن بن کر گوری ٹوٹ گئی تنہائی ما

آس کے پتھ پر ارشدؔ کی نجریں ہیں اب تک پیاسی
آجا گوری کر کے بہانہ مندر کی تنہائی ما

گیت

ہرنی جیسی آنکھیں تیری چاند کے جیسا چہرہ
زلفیں بادل ہونٹ پیالے پھول سا رسیا چہرہ

پائل کنگن کھن کھن کھنکے پھول کھلے گلشن کے
مہکی مہکی سانسیں تیری گائے گیت ملن کے
عید منائیں تیرے پریمی دیکھ کے تیرا چہرہ

الھڑ ناجک پھول بدنیاں سر پہ دھانی چُنری
ساون آیا ملکر جھولیں جھولے آجا سنوریا
چال شرابی ہونٹ گلابی مدھرا پیالہ چہرہ

نینوں سے دل گھائل کر دے پریم سے من کو بھر
لمحہ لمحہ دیکھ رہا ہوں مہکا مہکا چہرہ

گیت

پریم نگر کی تنہائی میں میرا تن من روتا ہے
اُن کی یادیں اُن کا چہرہ نین میں ساوَن روتا ہے

دھڑکن پر یادوں کے پہرے غم کے بادل ہیں گھیرے
دن کو زلفیں روتی ہیں تو رات کو کنگن روتا ہے

وعدے قسمیں صدیوں کے تم بھول کے ہنستے رہتے ہو
میرا گھر ہے سونا سونا میرا آنگن روتا ہے

ہائے خدایا کیسی خدائی دیکھ جدائی چاہت میں
میری آنکھیں بھیگی بھیگی اُنکا دامن روتا ہے

پربت پنگھٹ کے سائے میں اکثر دو دل کھلتے تھے
اب کے بہاریں آئی غم کی دل کا گلشن روتا ہے

دیکھ ترا بیمار ہے ارشدؔ سانسیں اُلجھی اُلجھی ہیں
عکس سے آنسو بہتے ہیں اور دل کا درپن روتا ہے

گیت

یاد آئی پھر اُن کی جفائیں راتوں میں ہم روتے ہیں
غم لیتا ہے دل کی بلائیں راتوں میں ہم روتے ہیں

سجنی سج کر گھر سے نکلی صدیوں سے تنہا ہم ہیں
رہ سے بھٹکی ساری وفائیں راتوں میں ہم روتے ہیں

قسمت کو منظور نہیں تھا دل سے دل کا ملنا بھی
لے جا ٹوٹے دل کی دعائیں راتوں میں ہم روتے ہیں

شاید ہم سائے کا پیچھا کرتے کرتے ہار چکے
کس کس سے ہم غم کو چھپائیں راتوں میں ہم روتے ہیں

ارشدؔ دل کا روگ برا ہے ہم پہ تمہارا حال کھلا
آؤ مل کر سوگ منائیں راتوں میں ہم روتے ہیں

قطعات

ان کے حسین پیار کا تحفہ ملا مجھے
اس زندگی سے اب نہیں کوئی گلہ مجھے

حسنِ بہار جان و ایماں ترے صدقے
ایمان میرا لوٹ لے کافر بنا مجھے

دل کی بستی کو بسانے کو الم آئیں گے
دل کے بت خانے میں زخموں کے صنم آئیں گے

غیر کے در کی تو محتاج نہیں میری جبیں
میرے سجدوں کے لئے انکے قدم آئیں گے

چاند تاروں کی خوشی تم کو مبارک لیکن
میرے دامن میں ستارے نہیں غم آئیں گے

تجھ کو مجاز و حق کی حقیقت بتا دوں میں
دل میں خیال حق و زباں پر خدا رہے

ائے میری جان راز محبت نہ فاش کر
اچھا ہے کہ سینے پہ ڈوپٹہ پڑا رہے

دل تو حسیں بتوں کا پرستار ہے مگر
دنیا کے بتکدے میں خیال خدا رہے

ارشدؔ خدا تراش بھی کرتے ہیں بندگی
اچھا ہے بندگی کا بھرم بھی بنا رہے

راہ پر خار ہے زخمی ہو کہاں جاؤ گے
کوئی منزل نہیں مقصد نہیں کیا پاؤ گے

ہم بھی اُکتائے ہیں رشتوں کی ریاکاری سے
تم وفا کر کے بھی اپنوں سے جفا پاؤ گے

چاند دیکھوں یا تری شکل کو دیکھوں یہ بتا
عید فرقت میں ترِی کیسے مناؤں یہ بتا
چاند کے دید میں عوام کی خوشیاں ہی سہی
کھو چکا خود کو میں کیا ڈھونڈ کے لاؤں یہ بتا

کسی کی یاد میں دل بے قرار رہتا ہے
ہزاروں درد کے سائے میں پیار رہتا ہے
میں مر نہ جاؤں کہیں اپنی موت سے پہلے
چلے بھی آ کہ ترا انتظار رہتا ہے

جو خطرہ سر پہ ہے تیرے و ہ ٹل گیا ہوتا
تو کھوٹا سکہ ہے لیکن تو چل گیا ہوتا
اُلجھ کے رہ گیا ہے تو حسین زلفوں میں
زمانہ دیکھ کے تو بھی بدل گیا ہوتا

ترے نصیب کو تارے کی کیا ضروت ہے
قدم قدم پہ سہارے کی کیا ضرورت ہے
کئی سفینے اُلجھتے ہیں تجھ سے ٹکرا کر
تو خود بھنور ہے کنارے کی کیا ضرورت ہے

ممکن ہے بن پیئے بھی بہکنا شراب میں
جب زندگی ہو مبتلا ہر دن عذاب میں
یارب خطا معاف کہ اُمید خیر کیوں ؟
دونو طرف بھی شر ہے بشر اور شراب میں

اس زندگی کی اک نشانی شراب ہے
بچپن ہے تشنگی تو جوانی شراب ہے
اک مہہ جبین جب سے نہا کر چلی گئی
اس دن سے میری جھیل کا پانی شراب ہے

سمجھے گا کیا زمانہ سعادت شراب کی
ہم رند کر رہے ہیں عبادت شراب کی
کیسے ادا نماز ہو اے شیخ رند کی
سجدے میں سر ہے دیکھئے نیت شراب کی

اُبھرے ہیں نقش پا ترے جب راستے میں ڈھل کے
خود آرہی ہے منزل اب میرے پاس چل کے
رندوں میں امتیاز تو زیبا نہیں د یتا
ساقی بھی دے رہا ہے ساغر بدل بدل کے

رہِ نجات پہ ہم ہوش میں چلتے کیسے
یہ رند ہوش سے ہستی کو بدلتے کیسے
کچھ اس طرح سے ترے اعتبار نے لوٹا
اگر شراب نہ پیتے تو سنبھلتے کیسے

ضرور حکمتیں ہونگی کہ ہم کو بھیجا ہے
ہمارے واسطے کچھ کام رہ گئے ہونگے
شراب خانے پہ تالا لگا ہے کچھ دن سے
تمام رند شرابوں میں بہہ گئے ہونگے

مر کر بھی مرا عشق ابھی نا تمام تھا
لیکن یہ کیا کہ میرا شہیدوں میں نام تھا
جو شخص پی کے مست پڑا تھا تمام رات
مسجد میں وہ صبح کو ہمارا امام تھا

ٹوٹا حرم تو حشر سا برپا کیا گیا
دنیا میں دل کے ساتھ تو کیا کیا کیا گیا
اک شر بشر کے ساتھ ہے پھر بھی وہ نیک ہے
اک شر سے کیوں شراب کو رسواء کیا گیا

آساں نہیں ہے دوستی کرنا سبو کے ساتھ
سجدہ یہاں ادا نہیں ہوتا سہوُ کے ساتھ
یہ میکدہ ہے گھر نہیں تعظیم شرط ہے
نادان یہ شراب ہے پینا وضو کے ساتھ

میں بچ کے جب چلا تو نظر سے بلا ٹلی
برسوں کے بعد آج ہی گھر سے بلا ٹلی
الزام ہے شراب نے مجھ کو تباہ کیا
اچھا ہوا کہ آپ کے سر سے بلا ٹلی

پایا ہے کون راستہ پڑھ کر کتاب میں
کرتا ہے کون رہبری ایسے سراب میں
واعظ کی سنو گے تو بھٹک جاؤ گے لوگو
منزل کی تمنا ہے تو ڈھونڈو شراب میں

کتنا اُلجھا ہوں اس زمانے میں
چار لفظوں کے اک فسانے میں
ہم تو صدیوں سے ڈھونڈتے آئے
زندگی تھی شراب خانے میں

جو میکدے میں آیا وہی رند کامیاب !
یہ جام یہ شراب یہ ساغر یہ سبوُ ہے
واعظ بہک رہا ہے تُو دوران گفتگو
شاید تری رگوں میں شرابی کا لہو ہے

لگتا ہے آج میکدہ کتنا ہرا بھرا
رندوں میں آ کے شیخ ہمارا خدا ہوا
پہلے ہی اتنی پی تھی سنبھلنا محال تھا
تیرا شباب دیکھ کے دُہرا نشہ ہوا

سو بار اپنی ہستی مٹاتے رہیں گے ہم
یادوں سے دل کی بستی بساتے رہیں گے ہم
تعبیر غلط ہو تو کوئی بات نہیں ہے
آنکھوں میں مگر خواب سجاتے رہیں گے ہم

وہ جو شعلے دکھائی دیتے ہیں
گاؤں جلنے کی روشنی تو نہیں
طفل حیرت سے تک رہا ہے جسے
وہ کھلونا ہے آدمی تو نہیں

لوگ اندھے ہوئے اب دیدۂ حیرت نہ رہا
کون ایسا ہے جو انساں پہ مصیبت نہ رہا
زندگی چل کہ ہمیں دھوپ میں جلنا ہوگا
اب تو دیوار کا سایہ بھی سلامت نہ رہا

ساقیا ہو سکے تو کل کے لئے
اک بوتل سہی اُٹھا کے رکھو
میرے آنگن میں چاند اترے گا
سارے آئینے اب سجا کے رکھو

جب نظر کو نظر وہ آئے گا
بعد برسوں کے گھر وہ آئے گا
میرا محبوب آج شام ڈھلے
چاہے کچھ ہو مگر وہ آئے گا

شام زلفوں کے اندھیروں میں ڈھلی آتی ہے
اے مِرے ہوش سنبھل انکی گلی آتی ہے
دل مِرا ٹوٹ کے کھنڈرات میں تبدیل ہوا
کیوں تری یاد دبے پاؤں چلی آتی ہے

وہ بات کیوں نہیں ہے ترے بانکپن میں آج
مرجھا رہے ہیں پھول سے چہرے چمن میں آج
بے چہرہ رقیبوں کو دیا چہرہ ہم نے یار
ہم خود ہی بے وطن ہوئے اپنے وطن میں آج

حسن انسان کو بیمار بنا دیتا ہے
عشق انسان کو بیکار بنا دیتا ہے
دیکھ ارشدؔ بڑی تفریق کا دور آیا ہے
باپ دو بچوں میں دیوار بنا دیتا ہے

چاندنی بکھری ہے چاندی کی طرح آنگن میں دیکھ
نور تو چہرے پہ دیکھا رنگ پیراہن میں دیکھ
اس طرح جھٹکا تو یہ دم توڑ دیں گے پاؤں میں
میرے سجدے مسکراتے ہیں ترے دامن میں دیکھ

غریب ہوں کہ دعاؤں میں پیار لایا ہوں
وفا کے پھول تمنا کے ہار لایا ہوں
کہوں کیا آپ کے آنے کی خوشی میں اےٴ دوست!
چمکتی دھوپ سے سایا اُدھار لایا ہوں!

کام دشوار تھا آسان ہونے والا ہے
اب تو غیروں کا بھی احسان ہونے والا ہے
میری اولادیں منتشر کیوں ہیں
گھر مرا جنگ کا میدان ہونے والا ہے

کیا کیا نہ کیا ہم نے مقدر کے سہارے
منجدھار کے سینے میں سفینے کو اُتارے
ہم بھی اندھیری رات کی تقدیر سجالیں
آنگن میں مِرے پھینک! دو ٹوٹے ہوئے تارے

نظّارے ڈھونڈتے ہیں کہ اہل نظر گیا
تصویر زندہ رہ گئی انسان مر گیا
اک آئینے میں قید تھا خورشید کا شباب
لوگوں نے یہ سمجھا کہ اُجالا ٹھہر گیا

شام ڈھلنے کو ہے گھر چین سے آؤ لوگو
اپنے بچوں کو زرا شکلیں دکھاؤ لوگو
تجربات اور حوادث سے روشنی لے کر
فکر، احساس کے کچھ دیپ جلاؤ لوگو

منزل شوق پہ رہگیر کئی چل نکلے
کیا کروگے جو اگر راہ میں دلدل نکلے
تیرا سایہ ہی کہیں قتل نہ کردے تجھکو
لوگ کہتے ہیں ترے گھر سے ہی مقتل نکلے

کیا پتہ رات کی تاریکی میں جل جائے مکاں
فکر اب کل کی کرو کوئی سرایا ڈھونڈو
برف کا تن ہے تمہارا کہ پگھل جاؤ گے
دھوپ کے آنے سے پہلے کہیں سایا ڈھونڈو

جب کہ ہستی ہی تار تار ہوئی ہے میری
کیا ملے گا مرے دامن کو یوں رفو کر کے
مجھ سے کہتی ہے چمبیلی چمن میں تھی تو نے
رکھدیا کوٹھے پہ بازار کی خوشبو کر کے

کیا بھروسہ ہے جوانی میں حسینوں کا اے دل
وہ تو منہ دیکھ کے اقرار کیا کرتے ہیں
اپنی زلفوں میں کبھی پھول سجایا نہ کرو تم
سانپ پھولوں سے بہت پیار کیا کرتے ہیں

کیسی تقدیر میں نے پائی ہے
میری ہر چیز اب پرائی ہے
اُن کے آنگن میں گھنے سائے ہیں
اور مرے گھر میں دھوپ آئی ہے

یاد آیا اک واقعہ اس سانحہ کے ساتھ
ننھا سا بچہ گھر گیا جب پتھراؤ میں
افسوس بھیگتا ہوا چھوڑ آئے تھے کہیں
بچپن ہمارا بہہ گیا کاغذ کی ناؤ میں

دامن جنونِ غم سے بچا کر نہ بیٹھنا
وہ آ رہے ہیں آنکھ اُٹھا کر نہ بیٹھنا
مانا کہ چاندنی ترے گھر میں اتر گئی
لیکن چراغ اپنا بجھا کر نہ بیٹھنا

پھول سمجھوں گا جو برسیں گے تمہارے پتھر
ایک دیوانے پہ کس کس نے نہ مارے پتھر
ہم تو سنگ بازی کا شکوہ نہیں کرتے لوگو
گھر کی بنیاد میں کام آئیں گے سارے پتھر

لوگ جسکی روشنی میں سو رہے تھے رات بھر
میں کھڑا بس دیکھتا تھا گھر مرا جلتا رہا
کیا پتہ کیوں آنسوؤں میں روشنی باقی نہیں
صبح تک ویران دل میں اک دیا جلتا رہا

تہذیب کی حدوں سے زمانہ گذر گیا ہے
چہرے چمک رہے ہیں کہ احساس مر گیا ہے
ائے چاند ہم شکل تری اب چھت پہ کھڑی ہے
شاید حیا کے سر سے ڈوپٹہ اُتر گیا ہے

ائے غمِ عشق تڑپ آہ کی تنویر بنا
آپ ہی اپنے لئے پاؤں کی زنجیر بنا
اُن کی زلفوں کے خم و پیچ سے تقدیر بنی
ائے مرے دل تو مرے یار کی تصویر بنا

برسے گی مئے گھٹا سے بل کھا کے دیکھ لینا
ٹھنڈی ہوا میں آنچل لہرا کے دیکھ لینا
تم کو دکھائی دے گی اک اک ادا ہماری
شیشے میں اپنا چہرہ شرما کے دیکھ لینا

آرزو اور اُمیدوں کے قافلے لے کر
درد کے دوش پہ فریاد چلی آتی ہے
تجھ سے بہتر ہے تری یاد کے لمحے ظالم
تجھ سے پہلے تو تری یاد چلی آتی ہے

جا رہا ہوں منتظر رہنا یہاں میں آؤں گا
پھر مرے مجبور دل کا آسرا لے آؤں گا
دوستو مجھ کو بتا بھی دو پتہ لقمان کا
زندگی تو درد لائی میں دوا لے آؤں گا

وہ کام کر کہ جس سے مقدر سنور سکے
وہ بات کر زباں سے کہ دل میں اُتر سکے
اُس شخص کو گھر اپنا بسانے کا حق نہیں
جو بہن کی عصمت کی حفاظت نہ کر سکے

سارے فرقے کہہ رہے ہیں تو ہی اُن کے ساتھ ہے
محفلیں سجنے لگی چرچے ہیں تیرے نام کے
کوئی شیعہ کوئی سنّی کوئی ہے اہل حدیث
کتنے ٹکڑے کر دیئے تہذیب نے اسلام کے

زندگی تجھ سے ملا کے آنکھ پچھتانے لگا
غم کی لوری گا کے اپنے دل کو بہلانے لگا
اے خدا تیری نگہبانی میں ہیں بچے مِرے
مفلسی اور بے بسی کے زد میں گھر آنے لگا

طوفان کے تھپیڑے مقدر میں لکھے تھے
بے جان سی کشتی کو کنارہ نہیں ملا
کہتا رہا دوپٹے سے بیوہ کا وہ شباب
مضبوط بازوؤں کا سہارا نہیں ملا

اُن کے آنے کی تم اُمید لگا بیٹھے ہو
اپنے وعدے کو جو ہنس ہنس ٹال سکتے ہیں
جس سے سینے پہ ڈوپٹہ نہیں سنبھلا اب تک
اے میرے دل وہ تجھے کیا سنبھال سکتے ہیں

روشن ہے ہر صحن میں کہیں شمس کہیں چاند
دنیا کا سب اندھیرا مرے گھر میں آ گیا
نقشِ قدم تھا جسکا فرشتوں کی سجدہ گہہ
افسوس وہ زمانے کی ٹھوکر میں آ گیا

نہ مسکرا مری حالت پہ میرے اندھے نصیب
میرے آنگن میں چمکنے کو چاند آئے گا
مکڑیاں تان کے جالے یہ سوچتی ہونگی
اندھیری غار میں چھپنے کو چاند آئے گا

کاش ایمان کی قوت پہ بھروسہ ہوتا
ہم تو مارے گئے اپنوں پہ بھروسہ کر کے
ائے خدا لاج زرا اُسکے بھرم کی رکھنا
گھر کو چھوڑا ہے جو کتوں پہ بھروسہ کر کے

ٹوٹا ہر دل تو یہ ظالم نے منادی کر دی
سر نظر آئے اگر کوئی تو پتھر لانا
تو اگر آئے محبت کی امامت کرنے
اپنے ہمراہ ابابیل کا لشکر لانا

غمِ حیات کا سرمایہ صرف اتنا ہے
یہ سر کو کاٹ لو پر دل کے داغ رہنے دو
جوان بیوہ کے لب پر تھی بس یہی فریاد
ائے آندھیو میرے گھر کا چراغ رہنے دو

بے وقت اُسے آتے ہوئے ہم نے نہ دیکھا
آ جائے اگر موت تو جاں دے کے بلا لے
ائے دل یہ رنج و غم و الم سوز اور ستم
آ جائیں گے اک ساتھ اذاں دے کے بلا لے

ساقیا ساغر سے تیرے ہر خوشی محفوظ ہے
میکدے میں جب تلک ہے آدمی محفوظ ہے
کیا پتہ کس وقت کیا ہوگا تمہارے شہر میں
موت پہرے پر کھڑی ہے زندگی محفوظ ہے

زندگی کے پیچھے پیچھے چل چکی ہے موت بھی
آدمی آ کر نہ سوچا آ رہی ہے موت بھی
زندگی سے پیار ہے تو زندگی سے بھاگ مت
بزدلوں کے منہ پہ نفرت تھوکتی ہے موت بھی

نصیب لائے ہیں بے فکر یہ پرندے بھی
یہی ہے زندگی آزادِ سائباں ہیں یہ
فریب دے کہ پھنساؤ نہ ان پرندوں کو
فلک سے پوچھئے کعبے کے پاسباں ہیں یہ

نظروں نے شرارت کی اور اُنکو حجاب آیا
جس دن سے تمہیں دیکھا نیند آئی نہ خواب آیا
ڈرتا ہوں کہ بستی میں پھر حشر نہ برپا ہو
پتھر کی خدائی میں شیشے کو شباب آیا

اب میکدہ ہے ساقیا پورے شباب پر
کیا ٹوٹ پڑ رہے ہیں فرشتے شراب پر
چہرے پہ ہے نقاب یا چہرہ نقاب پر
یا ریشمی غلاف پڑی ہے کتاب پر

زندگی وصل اور ہجر کا سمجھوتہ ہے
تیرے آتے ہی یہ تنہائی چلی جاتی ہے
کتنا بدنام محبت میں ہوا ہوں یارو
مجھ سے آگے میری رسوائی چلی جاتی ہے

چہرہ ہے ترا چاند یا جمنا کا کنول ہے
شاعر کا تو خیال ہے یا تاج محل ہے
محسوس کیا حسن کو دیکھا تو نہیں ہے
میں فخر سے کہتا ہوں کہ تو جانِ cd ہے

ذکر کرتا ہوں میں سورج کے سفر میں تیرا
پھر تری یاد میں ہر شام رہا کرتا ہوں
تیری بدنامی سے مشہور نہ ہوجاؤں کہیں
اس لئے شہر میں گمنام رہا کرتا ہوں

دیوانے سے اُمید نہیں کارنامے کی
جو عشق کا مارا ہے وہ کیا کام کرے گا
لوگوں کے خوف سے کبھی دامن نہ چھڑاؤ
ورنہ یہ زمانہ تمہیں بدنام کرے گا

میں نے مانا کہ تری زندگی جینا ہے تجھے
ایسے ماحول میں جینے کا بھروسہ ہے تجھے
لاش عزت کی ترے کندھے پہ سڑ جائے گی
پھر بھی اس حال میں جینے کی تمنا ہے تجھے

اس عمر کے دریا میں سانسوں کی روانی ہے
بچپن کی نگاہوں میں تصویرِ جوانی ہے
یہ پھول کو لے جا کر گلداں میں سجا دینا
مجبور محبت کی نازک سی نشانی ہے

تو نے سوچا ہی نہیں وہ کبھی تنہا ہوگا
در د، غم رنج ، الم سوز سے جلتا ہوگا
وہ ترا نام اگر ریت پہ لکھتا ہوگا
وہ بنا کر تجھے سو بار مٹاتا ہوگا
تیرے دیوانے کو دیوانہ ہی رہنے دینا
میں اگر ہوش میں آیا تو تُو رسوا ہوگا

تہذیب کی نظر میں یہ جادو تھا چل گیا
ہم کیا بدل سکیں گے زمانہ بدل گیا
سچ بول کے ہم گر چکے لوگوں کی نظر سے
جھوٹا مگر وہ دیوتا بن کر نکل گیا

آئینے کیسے بیچیں ہم گھوم کر گلی میں
پتھر تری بستی میں چلتے ہیں گھروں سے
نکلو ہنسی کی آڑ میں اۓ آنسوؤ! میرے
بے پردہ کب حسین نکلتے ہیں گھروں سے

چاند کو چہرہ کہا تو کیا برا کہنے لگے
لوگ پتھر کے صنم کو دیوتا کہنے لگے
دل پڑا تھا انکے قدموں میں وہ لینے کیلئے
سر جھکایا میں نے وہ خود کو خدا کہنے لگے

سوچ کر توڑ اۓ ظالم یہ ہمارا دل ہے
ٹوٹ کہ شیشہ کوئی کام نہیں آۓ گا
گھر اُجاڑا ہے مرا اور کا بسا دینا
بے وفائی کا بھی الزام نہیں آۓ گا

دیکھ اۓ شمس کہ ہم آج انکے ساتھ چلے
انکے سائے سے لپٹ جاتا ہے سایا کیسے
بے خودی میں ہی سہی موت کو حسین کہا
زندگی تجھ کو نگاہوں سے گرایا کیسے

غم کی تصویر زمانے کو دکھاؤ لیکن
بات رسوائی کی آۓ تو زرا دھیان رہے
شب میں دیوار پہ لکھتا ہوں مٹاتا ہوں صبح
میرے گھر والے ترے نام سے انجان رہے

لوگ کیوں بہکی ہوئی بات کیا کرتے ہیں
کوئی دیوانہ ترے شہر سے گذرا شاید
آج ہر موڑ پہ لوگوں کی بڑی بھیڑ لگی
ہر زباں پر ہے مرے پیار کا چرچا شاید

وہ رند خوش نصیب جو پی لے شباب میں
تیری جوانی گھول دے ساقی شراب میں
اک رند نے حملہ کیا واعظ پہ یہ کہہ کر
دنیا کیوں آ رہی ہے بتا میرے خواب میں

ہم خیر و شر کا مسئلہ حل کر نہیں سکتے !
کیونکہ یہ کائنات ہی اسکے اثر میں ہے
ارشدؔ یہ معمہ تو سمجھ میں نہیں آتا
اک شر شراب میں ہے تو اک شر بشر میں ہے

آنکھ موسیٰ روح عیسیٰ اور دل منصور ہو
ہوش سے پہلے مرا دیوانہ پن مشہور ہو
سامنے آ اور اپنے عشق کا جلوہ دکھا
خاک کو اتنا جلا کہ خاک تیرا نور ہو

آنکھ کو بادہ کہیں اور لب کو پیمانہ کہیں
رند تجھ کو چلتا پھرتا ایک میخانہ کہیں
عقل گرچہ عشق کا دعویٰ کرے تو جھوٹ ہے
بات تو جب ہوگی تجھ کو لوگ دیوانہ کہیں

وہ نہیں جو ایک پل کی موت سے ڈر جائیں ہم
موت کو بھی مات دیکر زندگی کر جائیں ہم
جہد اور شمشیر غازی سے بھی بہتر عشق ہے
ذکر اپنے یار کا کرتے ہوئے مرجائیں ہم

چار دن کی زندگی میں کیوں سہیں جنجال کو
اک جگہ رکھو نہیں اولاد اور اموال کو
دوستو یہ سوچ اپنی اور اپنا اپنا شوق !
تم گنو دینار، درہم ہم گنیں اعمال کو

جب بھی تیرے عشق کا دل نے مرے دعویٰ کیا
شب کو غم نے مار ڈالا صبح کو زندہ کیا
دوستوں میں ذکر میرے یار کا میں نے کیا
یار نے اپنے فرشتوں میں مرا چرچا کیا

مستی نہیں تو آنکھ ہے پیانہ نہیں ہے
جینے کا جسکو ہوش ہے مستانہ نہیں ہے
جس دل میں محبت کی تمنا نہیں ہوتی
اس دل سے تو بدتر کوئی کاشانہ نہیں ہے

آنکھ جب میری کھلی تو اک کرشمہ ہوگیا
عشق کا مارا ہوا بیمار زندہ ہوگیا
ان کے قدموں میں جگہ ملتی تو قسمت اور تھی
صرف دامن سے لپٹ کر میں فرشتہ ہوگیا

جب لبوں پہ نام میرے یار کا جاری ہوا
کیا کہوں کیا کیفیت کیسا وجد طاری ہوا
اک طرف تھا عشق تو ساری خدائی اک طرف
تول کر دیکھا تو پلہ عشق کا بھاری ہوا

کتنے ارمان ہیں اظہار کے حق سے محروم
عشق پہ زور دیوانے کا زرا بھی نہ چلا
میرے آنسو بھی تری یاد کے داماں نے پیئے
میرے رونے کا زمانے کو پتہ بھی نہ چلا

عشق بہتر تھا کہ یہ کام بھی مجھ سے نہ ہوا
کیوں اثر حسن کا ہوتا ہی نہیں تعجب ہے
ایک میت پہ تو روتے ہیں بہت لوگ مگر
مردہ دل پر کوئی روتا ہی نہیں تعجب ہے

عشق نے سوز دیا سوز میں آئے آنسو
میری حالت نے مجھے روز رلائے آنسو
مردہ انسان پہ انسان بہت روتے ہیں
دل کی میت پہ فرشتوں نے بہائے آنسو

تیرے سائے میں بہلتا ہوا بچپن نہ ملا
دل کے بچپن کو ترے حسن کا آنگن نہ ملا
روزِ محشر ہے کسی بات کا افسوس نہیں
غم ہے اتنا کہ تری یاد کا دامن نہ ملا

زندگی بھر ایسے گھر میں میں کبھی آیا نہیں
کس جگہ لے آئے مجھ کو کوئی ہمسایہ نہیں
بزدلی تھی بخل تھا جہد سخاوت نا کیا
کیوں مِرے حصے میں تیرا نام بھی آیا نہیں

آؤ محفل سجائیں اۓ لوگو
میرے دلبر کی بات ہونے دو
انکی یادوں سے لپٹ کر دل کو
آخری بار آج سونے دو

جتنی گذری ہے تیری یادوں میں
زندگی زندگی سی لگتی ہے
جب سے تجھ کو بھلا دیا میں نے
زندگی خودکشی سی لگتی ہے

عشق تھا بندۂ وفا جیسا
حسن تھا شوخئی حیا جیسا
جب سے تیرا خیال مہماں تھا
دل بھی تھا خانہء خدا جیسا

لطف ہر صبح شام ہے مجھ پر
شوق دل کا سلام ہے مجھ پر
عشق جب حسن کا گواہ ہوا
آگ تب سے حرام ہے مجھ پر

اک طرف ہونگے مرے اعمال کے دفتر کئی
اک طرف چٹھی تمہارے نام کی رکھ دونگا میں
اسطرح میزان مجھ کو تولتی رہ جائے گی
عشق کی تاثیر بنکر نور میں پگھلونگا میں

کیا بتاؤں دوستو میں میکشی کا مرتبہ
جب ملی ساقی سے نظریں اک کرشمہ ہوگیا
جب وضو کرتا ہوں میں پی کر نشیلی آنکھ سے
آب کا ہر ایک قطرہ اک فرشتہ ہوگیا

زمانے بھر میں کوئی مجھ سا گنہگار نہیں
خدا کے رحم ، کرم کا بھی کچھ شمار نہیں
ہر ایک چیز پہ ہے تجھ کو اختیار مگر
میں چیز کیا ہوں مرا خود پہ اختیار نہیں

میں اپنی جاں سے گیا عشق میں تباہ ہوا
جگر میں درد اٹھا اور لبوں پہ آہ ہوا
حسین نام کا اعجاز کیا کہوں ائے یار
گناہ گار بھی ہو کر میں بے گناہ ہوا

تو جو چاہے در افلاک بھی کھل سکتے ہیں
عرش تک تیرے مقدر کی رسائی ہوگی
مختصر قصہ ہے میں تیرا کہ تو ہے میرا
عشق زندہ ہے تو تیری ہی خدائی ہوگی

خاک ہے خاک مگر نور نما کی مانند
اپنے زرات کو بکھرا دے ہوا کی مانند
تیری ہر راہ کے پتھر نے گواہی دی ہے
میں نے چاہا ہے تجھے اپنے خدا کی مانند

پردۂ خاک سے اُ بھرا ہوں ابھر کر چاہا
عشق کی آگ میں جل جل کے نکھر کر چاہا
زرہ زرہ تیرے کوچے کا گواہی دے گا
زندگی بھر تجھے چاہا تجھے مر کر چاہا

خود پہ تم بھی نگاہ رکھ لینا
میرا کیا میں نے بےخودی پائی
یہ تری یاد کا کرشمہ ہے
ساری دنیا نے زندگی پائی

اس طرح میں اپنی منزلِ بےخودی میں پا گیا
اک قدم میرا اُٹھا اور دس قدم تو آ گیا
ذکر کا چھوٹا شجر بہتر ہے لوگو طُو ر سے
یاد کا آنچل حسیں دونو جہاں پر چھا گیا

خواب میں دیکھا تھا سونا میں سنہرا ہوگیا
بعد برسوں کے چلو دیکھیں سویرا ہوگیا
اک شجر تیری محبت کا لگایا فرش پر
اس کا سایا عرش کے سائے کا سایا ہوگیا

کتاب دیکھی محبت کا حوالا دیکھا
عجیب بات ہے انساں کو نرالا دیکھا
زمانے بھر کی ہر اک چیز پہ نکلا سورج
وہ قلب کیا ہے جو اب تک نہ اجالا دیکھا

اپنے محبوب کو رسوا نہیں ہونے دینا
وقت گر آئے تو خود کو ہی تو رسوا کر دے
آگ سے بچنے کو اذکار کی دیوار بنا
اور الفاظ میں تاثیر کا سونا بھر دے

ائے میرے یار تری یاد ہے ایماں کی طرح
تیرا چہرہ مری آنکھوں میں ہے قرآں کی طرح
پھر ترے حسن کا صدقہ بھی مانگ لوں تجھ سے
خود کو نیلام کروں یوسف کنعاں کی طرح

مجھ کو خرید کر مری قسمت بنا دیا
نیچی نظر سے تو نے بڑا کام لیا ہے
دن بھر کی تھکن رات کو اک پل میں ٹل گئی
جب بھی خلوصِ دل سے ترا نام لیا ہے

تسبیح بھی تحمید بھی تکبیر بھی تیری
کافی ہیں مرے واسطے رحمت کے اشارے
امید سے زیادہ ہے احسان یار کا
اک بار میں پکاروں وہ سو بار پکارے

سارے ستارے گن نہیں سکتے مرے گناہ
پھر بھی تری نگاہ سے فریاد ہے باقی
بہتر ہے تختِ شاہی سے نقشِ قدم ترا
فانی ہے ہر اک چیز تری یاد ہے باقی

ارمان بہت نکلے مرے چھوٹے سے دل کے
باقی جو ہیں سوا ہیں سمندر کے جھاگ سے
تر رکھتا ہوں شراب سے اپنے وجود کو
خطرہ نہیں ہے اب کوئی دامن کو آگ سے

میں یہ کہتا ہوں کہ دل تیرا ہے جاں تیری ہے
وہ یہ کہتا ہے کہ میں آج سے بس تیرا ہوں
مجھ کو لگتا ہے کہ تو نے جو میرا نام لیا
تیرے ہونٹوں پہ مچلتا ہوا اک بوسہ ہوں
ترے رخسار پہ جو تل ہے وہ مری آنکھ میں ہے
میں تری زلف کے سائے میں ترا چہراہ ہوں

جانے کیوں مجھ کو شکایت تھی تری الفت سے
میں نے خود کو کبھی جانا نہیں اب سے پہلے
آج کیا بات ہوئی چہرہ چھپایا تو نے
رخ پہ پردہ کبھی دیکھا نہیں اب سے پہلے
ورنہ میں حسن کی دنیا کا تاجور ہوتا
یہ بھی سچ ہے تجھے چاہا نہیں اب سے پہلے

خاک میں ملتا ہے جو خاک کا دانہ ہوگا
ہم نشیں زیر زمیں شہر بسانا ہوگا
بعد مرنے کے ہو شاید ترا دیدار نصیب
مجھ سے ملنے کو تجھے قبر میں آنا ہوگا

دل نہیں کرتا کہ دلبر سے جدا ہو جاؤں
یہ تمنا تھی ترے لب پہ دعا ہوجاؤں
میرے قد سے بھی لحد کو میری اونچی کرنا
وہ جب آئیں تو ادب سے میں کھڑا ہو جاؤں

میں نے رکھا ہی نہیں اپنے گناہوں کا حساب
اس لئے کہ تیری رحمت کی خدائی ہوگی
اک دیوانے کی سزا کیا ہے زمانے والو
ان کے مخمور اشارے سے رہائی ہوگی

حرف میں حسن ہے اور حسن ہے ایمان مرا
لفظ میں عشق ہے اور عشق ہے قرآن مرا
تیری مخمور اداؤں کا کرشمہ ہ یغزل
میرے محبوب کا چہرہ ہے کہ دیوان مرا

نہ تو لالچ کسی انعام کی رکھتے ہیں ہم
نہ تو خواہش کبھی آرام کی رکھتے ہیں ہم
ہم تو میدان سے بھاگے ہوئے بزدل ہی سہی
پھر بھی شمشیر ترے نام کی رکھتے ہیں ہم

لوگ کہتے ہیں کہ ہستی کو میں برباد کیا
یہ حقیقت ہے کہ دل عشق سے آباد کیا
میں تجھی کو تری یادوں پہ گواہ رکھا ہوں
پھر نہ کہنا کہ کبھی میں نے نہیں یاد کیا

آہ بھرنے سے بھی توہینِ وفا ہوتی ہے
تو نہ آیا ترے کوچے سے اُٹھے ہیں مر کے
پھر بھی مجھ سے نہ ادا ہوسکی تعریف تری
میرے خالق تری مرضی کے مطابق کر کے

ہجر ہی ہجر رہا درد کے مارے نہ رہے
انکی قسمیں نہ رہیں وعدے ہمارے نہ رہے
میں ستاروں میں گنا کرتا تھا ہر خواب مرا
تونے تعبیر بتائی کہ ستارے نہ رہے

تمہاری روح کا اقرار ہے مر ا ا سلام
تمہارے حسن کے قصے نہ فسانوں میں ملے
میں تیرے حسن کی تعریف بیاں تو کردوں
قلم میں سوچ نہ الفاظ زبانوں میں ملے

تو یہ مانے کہ نہ مانے یہ شکایت بھی نہیں
میری مجبور محبت نے وفائیں کی ہے
میں نے چاہا تھا کبھی تیری نظر ہو مجھ پر
تیری آنکھوں نے زمانے کو دعائیں دی ہے

تادمِ مرگ ترے پیار کا آزار رہا
ساری دنیا سے تری یاد میں بیزار رہا
پیدا ہوتے ہی مرے لب پہ ترا نام آیا
میں ازل سے تری چاہت میں گرفتار رہا

یہ کرم ہے کہ ترا زندہ ہوں
بندہ آلودہ ہر گناہ سے ہے
تو کسی ذکر کا محتاج نہیں
میری دنیا تری نگاہ سے ہے

سامنے تیرے مرا حال بیاں کر نہ سکا
میں ترے نام سے خط تیرے کرم سے لکھا
میرا اِسلام فرشتوں نے کرلیا محفوظ
تختئی سیم پہ سونے کے قلم سے لکھا

یہ دل کی بات ہے دل تک ضرور پہنچے گی
وہ بعد آئیں گے پہلے تو خواب آئے گا
نظر سے دور ہیں لیکن ضرور سن لیں گے
مرا سلام یقیناً جواب لائے گا

ہائے دنیا سے کیا ملا ہے مجھے
اپنی قسمت سے یہ گلہ ہے مجھے
حسن ہنستا ہے بے نیازی پر
عشق آواز دے رہا ہے مجھے

دشمنوں کو ترا پتہ نہ ملا
تیری آنکھوں کا آسرا نہ ملا
عمر گذری خدا خدا کر کے
تم نہ جب تک ملے خدا نہ ملا

ترے خیال سے یہ دل مچل نہیں سکتا
تسلیوں سے دیوانہ بہل نہیں سکتا
جذبۂ حسن پرستی ازل سے لایا ہوں
مزاجِ عشق مرا اب بدل نہیں سکتا

در سے تیرے فقیر کو کیا شئے ملی نہیں
دامن ہے میرا تنگ کرم کی کمی نہیں
مجھ کو تری نگاہ سے کوئی گلہ نہیں
تو سامنے تھا میری نظر ہی اُٹھی نہیں

تیری نظر میں آتا تو شاید یہ عرش تھا
کعبہ ترے قدم سے بنا ہے صحن مرا
اک دن مری جبین کو چوما تھا یار نے
خوشبو سے مہکتا ہے ابھی تک بدن مرا

تیرا چہرہ کبھی یادوں میں بسا لیتا ہوں
کبھی یادوں کو تیرا چہرہ بنا لیتا ہوں
کوئی تدبیر سے اس دل کو تسلی دے کر
درد کی گود میں آہوں کا مزا لیتا ہوں

شاید کہ تجھ سے ملنا تھا شہرنصیب میں
تیری گلی میں تیرا پتہ بھی ملا مجھے
اعمال سے افضل ہے تری یاد کا لمحہ
شاید تری وجہ سے خدا بھی ملا مجھے

آنکھوں سے تری یاد کا بادل برس گیا
ہر قطرہ بنا چاندی ہر قطرہ بنا سونا
زروں کا مقدر بھی سورج کی طرح چمکا
آیا جو تیری راہ میں پتھر بھی بنا ہیرا

میرے قاصد پیامِ درد ہے یہ
میری چٹھی کو باوضو لے جا
اے تصور تو روز جاتا ہے
تو مجھے ان کے روبرو لے جا

گھٹا کے دوش پہ ساقی کا پیام آتا ہے
ہماری تشنگی کہتی ہے جام آتا ہے
اپنی حالت کا گلہ' ان کی شکایت ہوگی
نام تو ان کا دعاؤں میں کام آتا ہے

مری دنیا مرے غم تک ہی تو محدود نہیں
اپنی دنیا سے میں باہر بھی نکل آتا ہوں
یہ الگ بات ہے خوشیاں مجھے راس آئی نہیں
تم اگر خوش ہو تو بس ہے میں بہل جاتا ہوں

جب اندھیرے دل میں اک ننھا دیا روشن ہوا
ہجر میں سورج تمہاری ذات کا روشن ہوا
سر پہ تھا اعمالِ بد کا بوجھ اور تاریک رات
نام تیرا لب پہ آیا راستہ روشن ہوا

ذرّے ذرّے کو تری رحمت کے پالے کر دیا
نور سے پتھر کے سینے میں اجالے کر دیا
رب حبلی اُمتی وقت ولادت جب سنا
رب نے اُمت کو محمد کے حوالے کر دیا

میں سوالی وہ مجھے حسن کا صدقہ دے گا
میرے حصے کی جو خیرات ہے پہنچا دے گا
روزِ محشر کوئی سایا نہیں ہوگا سر پر
میرا محبوب مجھے عرش کا سایا دے گا

بے خودی پائی ہے خودی دے کر
غم خریدا ہے ہر خوشی دے کر
میں تری بھیک کا حقدار ہوا
تیری یادوں کو زندگی دے کر

رقعہء نور گرا چھت سے کفن پر میری
میرے محبوب کا پیغام کفن میں رکھدو
جب دیا کاندھا فرشتوں نے مری میت کو
حوریں کہتی ہیں کہ جنت کے چمن میں رکھدو

تری نگاہ نہ ہوتی بکھر گیا ہوتا
میں سوزِ عشق میں جلنے سے ڈر گیا ہوتا
خواب میں مجھ سے کہا دل پہ نظر ہے میری
تو مجھے یاد نہ کرتا تو مر گیا ہوتا

تجھ کو معلوم ہے جب تجھ سے محبت کی ہے
یہ محبت ہی نہیں تیری عبادت کی ہے
دل پہ اُترے تری یادوں کے صحیفے کتنے
جب سے اُس چہرۂ انور کی زیارت کی ہے

یہ کرشمہ ترا دیوانہ کیا کرتا ہے
رات کو مرتا ہے اور صبح جیا کرتا ہے
خواب میں روز وہ انعام دیا کرتے ہیں
یہ بھکاری سے شہنشاہ بنا کرتا ہے

تمہاری زلف کے سائے میں جو اجالا ہے
اسی نے چاند کے چہرے پہ نور ڈالا ہے
جہاں گمان نہ پہنچا وہاں سے دیتا ہے
ترے کرم کا یہ انداز بھی نرالا ہے

میں اپنے جام میں دریا چھپا کے لایا ہوں
شرابی میں ترے ہر پارسا کو کردوں گا
دوستو درد کو تم میرے حوالے کردو
اس خزانے کا محافظ خدا کو کردوں گا

دل اگر اس کو پکارے تو صدا دیتا وہ
اپنے دامن سے ترے غم کو ہوا دیتا وہ
اسکی تعریف اگر ہم نہیں کرتے ارشدؔ
ساری دنیا پہ جہنم کو بہا دیتا وہ

مجھ کو ہر شخص لگا کانچ کی بوتل کی طرح
میری آنکھوں میں رہی ساری خدائی برسوں
تو نے وعدہ جو لیا تھا کہ تجھے یاد کروں
بس نبھانے کے لئے نیند نہ آئی برسوں

عشق کی آگ میں جلنے سے بچا کر خود کو
دل تری یاد کے سونے میں بدلتا کیسے
راہ دشوار کٹھن ہے مری منزل جانم
تم اگر ساتھ نہ ہوتے تو میں چلتا کیسے

جتنا دنیا سے پیار کرتا ہوں
ہر تمنا پہ آہ بھرتا ہوں
زندگی سے میں اتنا پیار کیا
موت کے نام سے بھی ڈرتا ہوں

یہ خموشی ہی عبادت ہے مری
مجھ سے دنیا ہے بدگماں شاید
منزلیں بولتی ہیں کیوں مجھ سے
میں ازل سے ہوں بے زباں شاید

ایک لمحہ کی حقیقت کو نہ سمجھا تم نے
ایک لمحہ سے کئی سوز کے دریا نکلے
بول کر لوگ ہو رہے ہیں ذلیل
ہم ہیں خاموش مگر سب میں پارسا نکلے

بھوک کی آگ سے نہ غمگین ہو
زندگی کو سنوار دیتی ہیں
لذتوں سے پرہیز اچھا ہے
لذتیں دل کو مار دیتی ہیں

چرچا ہے فرشتوں میں بشر تیری بھوک کا
کچھ بھی ملے کھانے سے تو بدظن نہیں ہوتا
شاید کہ اس کو قبر کی مٹی ہی بھر سکے
اس پیٹ سے بُرا کوئی برتن نہیں ہوتا

بات حیوان کی ہوتی تو ضبط کر لیتے
تم تو انسان ہو جینے کا سلیقہ رکھو
صرف کھانے کے لئے لوگ مرے جاتے ہیں
زندہ رہنے کے لئے بھوک کو زندہ رکھو

جب تلک تجھ کو نہیں آئے گا جینے کا شعور
پیٹ بھرنے کے لئے کچھ بھی کئے جائے گا
بھوک تجھ کو بھی مٹا دیتی ہے مٹتے مٹتے
روز آئے گی تجھے موت تو پچھتائے گا

سجدہ کرلیں گے فرشتے بھی ترے دامن پر
پہلے آنکھوں میں لگا عشق کا جلتا سرمہ
ایک لمحہ نہ کہیں یاد سے غافل گذرے
میں نے آنکھوں میں لگایا ہے نمک کا سرمہ

کام دنیا میں نہیں مجھ کو محبت کے سوا
کوئی خواہش نہیں اب تیری عنایت کے سوا
اب کسی چیز میں دلچسپی نہیں ہوسکتی
میں نے عادت نہیں ڈالی تیری الفت کے سوا

کئی زمانے فنا ہوتے دیکھا دیوانہ
مگر فنا نہیں ہوتا یہ تیرا دیوانہ
ازل سے حسن پکارہ گیا ہے تم کو صنم
ہزار سال سے میں ہوں تمہارا دیوانہ

پوشیدہ نہیں مجھ سے کوئی راز کسی کا
یہ بات اور ہے کہ میں انجان رہا ہوں
برسوں سے ترے شہر میں میں اجنبی سہی
لیکن میں ہر اک شخص کو پہچان رہا ہوں

سرکار کو دیوانے کی خواہش تو بتادو
مرنے لگا ہوں یار کے دامن کی ہوا دو
کب تشنگی شراب کی پانی سے بجھی ہے
لوگو مجھے ساقی کی نگاہوں سے پلادو

تیرے گھر سے کوئی محفوظ مجھے گھر نہ ملا
تیری یادوں سے تو بہتر کوئی بستر نہ ملا
دھوپ کی سوچ کو ساون کا لبادہ دے دوں
سایا چاہوں تو تری زلف سے بہتر نہ ملا

بھوک دل کا سرور ہوتی ہے
بھوک حکمت کا نور ہوتی ہے
بھوک کی اہمیت کو سمجھو تم
تیرگی دل سے دور ہوتی ہے

یا تو دنیا کی محبت کو مرے دل سے نکال
یا تو دلدار کے در کا مجھے پتھر کردے
یار کے در پہ مری آہ ادب سے جاکر
ہجر کا حال مرے یار پہ ظاہر کردے

تیری صورت مری نظر میں ہے
جانے کیوں پھر بھی آہ بھرتا ہوں
یار تو رازدار تھا میرا
اس لئے تجھ کو یاد کرتا ہوں

بزم جنت کی تمنا تو کوئی اور کرے
کسی کے حسن کا درپن ہے میری تنہائی
ترے فراق میں جینا محال ہے لیکن
ترے خیال سے روشن ہے میری تنہائی

ہزاروں سال کے جاگے تھے رات بھر سوئے
ہم جو سوئے تو زمیں سوئی رہ گذر سوئے
تمہارے درد کے بستر پہ چین آیا ہے
تمہاری یاد کی چادر کو اوڑھ کر سوئے

تیرے دیوانے کو دنیا نہ بدل پائے گی
تیرے دیوانے سے دنیا ہی بدل جائے گی
درد کی گود میں سر رکھ کے سوگیا ارشدؔ
میری ہستی بھی کھلونے سے بہل جائے گی

کوئی سمجھا ہی نہیں راز ہے دیوانوں میں
وہ زمیں پر ہیں تو چرچا ہے آسمانوں میں
انگلیاں ہم پہ اُٹھاتے ہیں لوگ اے ارشدؔ
جھانکتے کیوں نہیں خود اپنے گریبانوں میں

جو یہ کہتے تھے کہ دنیا سے کنارہ کرلو
خود ہی دنیا کی محبت میں گرفتار ہوئے
آخری وقت ترا ذکر بڑے کام آیا
تیری رحمت میں گنہگار بھی حقدار ہوئے

دل تو ٹوٹا ہے کئی بار نہ فریاد کیا
اپنے خاطر یہ ہر اک درد کو ایجاد کیا
بڑے ادب سے ترا نام ہواؤں پہ لکھا
بڑے خلوص سے تو نے بھی مجھے یاد کیا

دیوانہ ہوں تیرے جنوں میں جانے کیا کیا کرتا ہوں
ریت پہ لکھ کر نام ترا میں اسکو سجدہ کرتا ہوں
یادوں کی جنت میں تیرے ساتھ گذارا ہوتا ہے
دنیا کو بے پردہ دیکھا میں خود پردہ کرتا ہوں

ہم دِوانوں پہ زمیں تنگ ہوئی ہے لیکن
ہم بھی دنیا سے نیا شہر بسانے نکلے
لوگ آنکھوں سے لگا لیتے ہیں مٹی کو مری
جب مری قبر سے خوشبو کے خزانے نکلے

کون اس راز سے واقف ہے زمانے میں بھلا
کب کہاں کیسے ادا ہوگی دیوانے کی نماز
زندگی موت کے سائے سے لپٹ کر روئی
جب فرشتوں نے پڑھی میرے جنازے کی نماز

ہر ایک ماں کی حسیں گود رشک کرتی ہے
تمہارے جیسا ہوا ہے نہ ہو سکے گا کوئی
ازل ابد کے حسینوں میں کون تم سا ہے
حسین تم سا ہوا ہے نہ ہوسکے گا کوئی

شبِ غم کی دیکھی سحر موت آئی
کہ مجھ پر تھی تیری نظر موت آئی
میں منزل کی منزل ہوں رستے کا رستہ
ادھر آپ آئے ادھر موت آئی

تو عشق کے زخموں کو مرا سینہ بنا دے
دل کو مِرے افکار کا آئینہ بنا دے
جب تو نہ نظر آئے تو کس کام کی آنکھیں
یا سامنے آ یا مجھے نا بینا بنا دے

آج زلفوں کی پھر گھٹا چھائی
آج جھومے گی میری انگنائی
میرا محبوب میرے گھر آیا
آج قسمت نے لی ہے انگڑائی

بعد مرنے کے گھڑی بھر جو مجھے نیند آئی
پھر نہ جاگا ترے پہلو میں میں سویا برسوں
زندگی بھر تیری فرقت میں بہائے آنسو
میری مرقد پہ فلک ٹوٹ کے رویا برسوں

لگتا ہے مرے عشق کا رتبہ بلند ہے
شاید کہ بے کلی مری تجھ کو پسند ہے
اب انتظار کو ہی مقدر سمجھ لیا
میرے لئے خوابوں کا دریچہ بھی بند ہے

میں نے مانا میرے سر آوارگی کا تاج ہے
ذرّے ذرّے پر مری دیوانگی کا راج ہے
خواب میں تو آگیا ہر مرحلہ طئے ہوگیا
تجھ کو دیکھا اب مری قسمت مری محتاج ہے

تیری چاہت میں یہ صلہ پایا
تجھ پہ مرنے کا حوصلہ پایا
تو مسیحا ہے میرے خوابوں کا
میرا بیمار دل شفاء پایا

تیری ہر بات سے ظاہر ہو محبت کا پیام
لب ولہجہ ترے ایمان کی تفسیر بنے
بات ہی عقل کو گمراہ کیا کرتی ہے
ایسے چپ ہوجا کہ گویائی کی تصویر بنے
بات ہی بات میں ہر بات بگڑ جاتی ہے
بول کر رسوا کبھی باعث تحقیر بنے
خوئے گفتار سے دل زنگ زدہ ہوتا ہے
یہ حسیں خواب نہ شرمندۂ تعبیر بنے

یک بیک دل دھڑکنے لگتا ہے
کوئی دھڑکن میں بولتا تو نہیں
کب سے سویا ہے تیرے دامن میں
دیکھ ارشدؔ کہیں مرا تو نہیں

آپ کی یاد بار بار آئی
جب بھی آئی ہے بے قرار آئی
جب سے دیکھا ہے خواب میں تمکو
دلِ ویران میں بہار آئی

کون آنکھیں ملا سکے تجھ سے
کس کی آنکھوں میں اتنی جرأت ہے
میں نے دیکھا ہے تیرے چہرے کو
یعنی یہ بھی خدا کی قدرت ہے

حیات بیچ دی میں نے تمہارے غم کے لئے
تمہارا غم بھی ضروری تھا میرے دم کے لئے
ترا کرم تو ازل سے ہے زرے زرے پر
مرا نصیب بنا ہے ترے کرم کے لئے

ایمان کا دوام قناعت کا ثمر ہے
اور دین کا قیام ہے تقویٰ کے اثر میں
اصلاحِ بدن کے لئے اکلِ حلال ہو
سجدوں کو نہ الجھاؤ ثواب اور اجر میں

صرف چلنے سے تو منزل نہیں ملتی ناداں
خود بھی چل عقل چلا دل چلا نگاہ چلا
مظہرِ صفت ِ ھدایت رہوں تیر ا یارب
اپنے محبوب کے صدقے میں سہی راہ چلا

مری باتیں ذہن سے گذری ہیں
تیری باتیں کہ دل میں اتری ہیں
بے بسی میں سمیٹ ہی نہ سکا
رحمتیں ہر قدم پہ بکھری ہیں

صحبتِ گل سے بدلا تل کا رنگ
تیری چاہت سے بدلا دل کا رنگ
تیری رحمت کا اک اشارہ تھا
ہم نے دیکھا ہے ابابیل کا رنگ

گلابی مجھ کو پلاتا ہے کس لئے ساقی
یہ جام اور کو دے مجھ کو میری لا کردے
پلا نظر سے جو پردے میں چھپا رکھی ہے
ہری شراب پلا اور مجھے ہرا کردے

کاش بغداد کی زمیں پر میں
جانِ محبوبی بن گیا ہوتا
سر پہ سرکار ہاتھ رکھ دیتے
میں بھی ایوّبی بن گیا ہوتا

اے پڑوسی غلط ہے راہ تری
کس لئے سر بسر گناہ ہے تو
اے خدا میں نے اپنا کام کیا
میری اصلاح پہ گواہ ہے تو

دل دیا اور دل لگی کی ہے
تیری آنکھوں کی بندگی کی ہے
دشمنی کی ہے تیرے دشمن سے
تیرے یاروں سے دوستی کی ہے

رنج اور غم تھے بہت ہنس کے گذارہ ہم نے
آج روتے ہیں تو سینے سے لگایا تو نے
دل تو کب کا ہی مرا آج ہمیں مرنا ہے
ایسی حالت میں ترا چہرہ دکھایا تو نے

دل کو مجبوریٔ حالات سے بدلا میں نے
اور مری بات تری بات سے بدلا میں نے
میں برائی کو برا جان کے کم زور ہوا
نہ کبھی منہ نہ کبھی ہاتھ سے بدلا میں نے

اتنا مجھے دنیا میں نہ مشہور بنا دے
ذہنوں میں اگر نقش ہوں تو مجھ کو مٹا دے
اللہ تری رہ پہ سواری بھی ہے توہین
بھاگا ہوا مجرم ہوں میں شعلوں پہ چلا دے

ملتی ہے زندگی بھی مِرے خواب میں مجھے
لگتا ہے مجھے آج ہی پیدا ہوا ہوں میں
میں عشق ترے حسن کی رعنائیوں میں ہوں
تو میرا دل بنا ترا چہرہ ہوا ہوں میں

ذرّہ سمجھ کے مجھ کو نظر سے نہ گراؤ
چاہو تو میں ہیرا بنوں چمکوں تو ستارہ
تو مخمل و کم خواب کی آغوش کا جھومر
میں حادثوں کی آگ کا تپتا ہوا سونا

کہاں سے کس لئے آیا کہاں کو جانا ہے
یہ راز ہے اب تک نہ کوئی سمجھا ہے
ہر ایک لمحہ قضا سے میں پوچھتا آیا
یہ زندگی یا کہ کسی اجنبی کا سایا ہے

دیکھتا ہوں میں یہ دنیا کا انوکھا بازار
کیا نمائش ہے کہ ہر شخص ہے دکاں کی طرح
دوستو مجھ کو گرانے کی نہ کوشش کرنا
میری ہستی بھی ہے جلتے ہوئے مکاں کی طرح

درد کے شہر کو اب میرے حوالے کردے
آگ مظلوم کی آنکھوں میں ہے پینے دے مجھے
آرزوؤں کے کھلونوں سے نہ بہلا مجھ کو
زندگی اب تو مرے حال میں جینے دے مجھے

زندگی کا آخری سایا ہمارے ساتھ تھا
وہ گلے ملتا رہا اور ہم جدا کرتے رہے
دوست اور احباب میرے آکے میری قبر پر
ایک مٹھی کا خاک قرضہ ادا کرتے رہے

موت تو انسان کی دشمن نہیں کیوں آئے گی
زندگی ہی موت کی آغوش میں لے جائے گی
بوجھ میرا سر پہ اپنے مت اُٹھا ائے زندگی
چھوڑ دے پیچھا مرا ورنہ کبھی پچھتائے گی

جینے کی آرزو میں تو بہت لوگ مر گئے
مرنے کی تمنا میں حشر تک جیا کروں
تم سے بچھڑ کے پیار کا انجام بھی دیکھا
اب خود سے بچھڑنے کا نیا تجربہ کروں

مجھ سے میری زندگی کو یہ شکایت رہ گئی
وہ سراپا ناز تھی میں نے اسے رسوا کیا
ایک ایک لمحہ کی عصمت تو نے جبراً لوٹ لی
زندگی کی لاش سے بھی تو نے منہ کالا کیا

بھٹکے گا مرا درد خدا جانے اب کہاں
برسوں کے بعد آج مرا دل بھی سو گیا
بے دام بک رہا تھا میں یہ زندگی کے ہاتھ
یہ کیا کہ موت آتے ہی انمول ہو گیا

سوچتا ہوں تری محفل میں جلانے کے لئے
اب کوئی اور دیا کس کے مکاں سے لاؤں
لوگ سب دار کی جانب چلے باری باری
زندگی تیرے لئے عمر کہاں سے لاؤں

تو اگر تقدیر کا قائل نہیں
ہونٹ سے ٹکرا کے ٹوٹا جام دیکھ
زندگی تیرا تبسم ہے فضول
مسکراتے پھول کا انجام دیکھ

اک دیا شب بھر جلا لیکن وہ اب خاموش ہے
مٹ گیا آخر سویرا کر گیا ہے جان لو
اپنا اپنا نظریہ ہے جس طرح چاہے جیو
زندگی کو خواب سمجھو یا حقیقت مان لو

زندگی بھر رات دن تنہائی میرے ساتھ تھی
اب مری یادوں کا دنیا ساتھ دیتی جائے گی
اب مرا تو دوسرے میں جی اُٹھوں گا دیکھنا
موت کب تک زندگی کو مات دیتی جائے گی

شاید کہ منتظر تھا مرا شہر خموشاں
سب لوگ بڑی دھوم سے آکر گلے ملے
جو میری زندگانی پہ ہنستے تھے عمر بھر
مرنے کے بعد قبر سے روتے ہوئے ملے

روتے آئے رلاتے جانا ہے
زندگی کا یہی فسانہ ہے
فخر سے جو زمیں پہ چلتا تھا
آج زیر زمیں ٹھکانہ ہے

ہر ایک لمحہ میں خود پر نگاہ رکھا ہوں
یقین ہے مری بے باک زندگی ہوگی
اذاں سے آیا تھا جاؤں گا میں نماز کے بعد
بس اتنی دیر میں کیا خاک زندگی ہوگی

دھوپ اپنے سر پہ لے لو غیر پہ سایا کرو
درد جس دل میں ملے اس دل کو اپنایا کرو
میرے بچو میری طرح شان سے جینا یہاں
زندگی میں بھیک کو غیرت سے ٹھکرایا کرو

اک چمن میں ہنس رہا تھا دوستوں کے ساتھ میں
پھول مجھ کو دیکھتے ہی مسکرا کر رو دیئے
میں نے پوچھا ان سے آخر زندگی کیا چیز ہے
پھونک سے وہ جلتی شمع کو بجھا کر رو دیئے

سو گئے سارے شہر گھور اندھیرا چھایا
یا وہ آنکھیں نہ رہی یا وہ اجالے نہ رہے
زندگی اتنی حسیں پیار کے قابل ہے تو
یہ بھی سچ ہے کہ ترے چاہنے والے نہ رہے

کس کو پہچانیں یہ بہروپیوں کی دنیا میں
لوگ ملتے رہے ہر روز بدل کر چہرے
ایک دو رخ ہوں تو پہچان سکوں میں شاید
زندگی مجھ کو دکھاتی ہے بہتر چہرے

ناز اپنے آپ پر انسان کو زیبا نہیں
وقت ہی دیتا رہا ہے ہر مقدر کا جواب
زندگی تو چار دن میں اس قدر الجھا گئی
مجھ کو اب دینا پڑے گا حشر تک اپنا حساب

شاید کہ ہر اک سانس پہ قرضہ ہے موت کا
ہر آدمی کی شکل پہ سایا ہے موت کا
ہر شخص ہے کھلونا قضا کھیل رہی ہے
زلفوں میں زندگی تری پھندہ ہے موت کا

کس طرح ہم طئے کریں گے زندگانی کا سفر
راستے ویران ہیں حیرت کے منظر آ گئے
پھول کھل کر ڈال پر انگڑائیاں لینے لگے
زرد پتے زندگی کی لاش لے کر آ گئے

بعد مدت کے سو چکے تھے ہم
نیند آئی ہے مگر خواب کا لشکر لائی
جب یہ معلوم ہوا موت دوا لائی ہے
زندگی میرے لئے درد بنا کر لائی

میری ہنسی اڑا لو کوئی چٹکلہ ہوں میں
بہلالو دل کو مجھ سے کوئی مسخرہ ہوں میں

اب اپنی زندگانی پہ غیروں کا حق بنا
آوارہ در بدر ہی بھٹکتا گدا ہوں میں

مجھ کو ذلیل کر کے وقار اپنا بنالو
بازار کی عورت کا کوئی مشورہ ہوں میں

لوگو مجھے سنگسار کرو اتنا بتا کر
میں کون ہوں کہاں ہوں بہت سوچتا ہوں میں